روپ انوپ
عنبر بہرائچی

عنبر بہرائچی

پہچان پبلی کیشنز، ا۔ برن تلہ، الہ آباد۔ 211003

Roop Anoop (Poetry)
by: Ambar Bahraichi

نام کتاب : روپ انوپ ﷺ

شاعر : عنبرؔ بہرائچی
Mob:09451089339
Email-ambarbahraichi@rediffmail.com

پتہ : 'غزل آشرم' ۵۹۰، نزد ایس۔جی۔پی۔جی۔آئی
پوسٹ آفس، ایس۔جی۔پی۔جی۔آئی
رائے بریلی روڈ، لکھنؤ۔۲۲۶۰۱۴

سرورق : عائشہ سنبل
تعداد : ۳۰۰
سالِ اشاعت : ۲۰۱۰ء/۱۴۳۱ہجری
کمپوزنگ : اشعر علیگ، لکھنؤ/پہچان پبلی کیشنز، الہ آباد
طابع : پنچھی آفسٹ، الہ آباد
قیمت : ایک سو پچاس روپے Rs. 150/-

زیرِ اہتمام

پہچان پبلی کیشنز، ۱۔ برن تلہ، الہ آباد۔ 211003

ملنے کے پتے :

۱۔ 'غزل آشرم' ۵۹۰، نزد ایس۔جی۔پی۔جی۔آئی
رائے بریلی روڈ، لکھنؤ۔۲۲۶۰۱۴

۲۔ پہچان پبلی کیشنز، ۱۔ برن تلہ، الہ آباد۔ 211003

۳۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس، شمشاد مارکیٹ، علی گڈھ۔202002

انتساب

دادا مرحوم مولوی دوست محمد صاحب

کی عبادتوں

نیز

دادی مرحومہ شہزادی صاحبہ

کی عقیدتوں

کے نام

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ

ابتدائیہ

میں پانچ برس کا تھا، یہ میری زندگی سے متعلق جیٹھ مہینے کی تپتی ہوئی دُپہریاں تھیں۔ میری خوش بختی اور اللہ رب العزت کا احسان کہ میرے والد مرحوم جمیل احمد جمیل صاحب اور میرے تیسرے چچا محمد افتخار صاحب نے گاؤں میں ہر جمعرات کو برپا ہونے والی میلاد کی محفلوں میں نعت خوانی کی تہذیب سکھائی، چونکہ خوش آواز تھا اس لئے قرب وجوار کی ان محفلوں میں نعت خوانی کرتا رہتا تھا۔ اکبر وارثی میرٹھی مرحوم اور فاضلِ بریلوی مولانا احمد رضا خاں صاحبؒ کی نعتیں اور سلام نے سرشار کر رکھا تھا۔ اس پاکیزہ مشغلے نے مجھے ثابت قدم رکھا اور عملی زندگی کے تاریک پہلوؤں کا سایہ نہیں پڑنے دیا ورنہ میرے جیسا بہت کمزور شخص خود کسی لائق نہیں تھا۔ مسیں بھیگنے لگیں تو اپنے گھوارے کی زبان اودھی میں نعتیہ گیت لکھنے لگا اور اپنے گاؤں کے اطراف برپا ہونے والی نعتیہ محفلوں میں پڑھتا رہا۔ لوگ خوش ہو کر دعائیں دیتے رہے۔ ایم۔ اے کرنے کے بعد تقریباً چھ ہفتے لکھنؤ میں گزارے۔ اسی دوران استاد بابا جمال بہرائچی مرحوم نے میرا تخلص عنبر تجویز فرمایا۔ اللہ انھیں غریق رحمت کرے۔ یہاں کی نعتیہ محفلوں میں

کشفؔی لکھنوی، بشیؔر فاروقی، ملک زادہ منظور احمؔد، والؔی آسی، تسنیؔم فاروقی، حیات وارثی، ہمسؔر قادری، فہؔمی انصاری، رئیسؔ انصاری، صائم سیدین پوری، ثروت نواز اور اپنے ہم وطن اثؔر بہرائچی، کا ساتھ رہا۔ ان سبھی حضرات کا خلوص میرا معاون رہا۔ اسی برس یعنی ۱۹۷۲ء میں الہ آباد پہنچا۔ دائرہ شاہ محمدی، کولھن ٹولہ اور دائرہ شاہ اجمل کی محفلوں نے اس مشغلے کو مہمیز کیا۔ مولانا مشتاق احمد نظامی مرحوم اور مولانا حکیم یونس نظامی مرحوم کی شفقتوں نے سرشار کر رکھا تھا۔ مولانا شاہد فاخری مرحوم اور ان کے لائق فرزند زاہد فاخری مرحوم کی دعائیں اور تعاون ملتا رہا۔ اسی دوران ۱۹۷۲ء میں ہی عربی یونیورسٹی مبارک پور کے افتتاحی جلسے میں ہزاروں علماء کی موجودگی میں حافظِ ملت حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب ؒ کی دعائیں حاصل ہوئیں۔ یہیں حضرت مولانا ارشد القادری صاحب اور دوسرے اہم علماءِ کرام نے میری حوصلہ افزائی کی۔ مولانا قمرالزماں صاحب، مولانا بدرالقادری صاحب اور مولانا شمیم گوہر سے بھی نیاز حاصل ہوا۔ یہیں میرے ہمدمِ دیرینہ محمد سلیمان سے ملاقات ہوئی جن کی دیوانگی میں بچوں جیسی شوخی ابھی تک برقرار ہے۔ آشوبِ زمانہ اُن پر آج تک حاوی نہیں سکا۔

اُس زمانے میں نعتیہ مشاعروں اور دینی محفلوں میں بیکلؔ اتساہی اور اجمل سلطانپوری کا طوطی بولتا تھا۔ بیکل اتساہی کے رکھ رکھاؤ اور اندازِ پیش کش نے بازی مار رکھی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ بیکل اُتساہی کو ان کے پیر و مرشد حافظِ ملت علیہ الرحمہ کی دعاؤں، نیز نعت گوئی کے طفیل، دنیاوی اعتبار سے بہت کچھ حاصل ہوا، اور وہ پدم شری

نیز پارلیمنٹ کی رکنیت سے سرفراز ہوئے۔خوشی کی بات ہے کہ اجمل سلطانپوری اور بیکل اتساہی آج بھی نغمہ بار ہیں۔اسی زمانے میں راز الہ آبادی، صبا افغانی، اقبال اعجازی، معراج فیض آبادی اور شمس الہ آبادی کی محبتیں بھی ملیں۔یہ حضرات جب نعت پڑھتے تھے تو محفل وجد میں آجاتی تھی وہ خود بھی اتنا ڈوب کر پڑھتے تھے کہ مجسم عقیدت بن جاتے تھے۔میرے ہم سنوں میں عتیق الہ آبادی اور اسلم الہ آبادی بہت فعال تھے۔اس زمانے میں انتخاب سید مرحوم جو 'شب خون' کے ہراول دستے کے نمایاں فرد تھے۔اُن سے اور تخلیقیت کے علم بردار نظام صدیقی سے ملاقاتیں رہیں۔بھارتی بھون لائبریری چوک میں نظام صاحب سے اکثر ملنا ہوتا تھا۔علی احمد فاطمی اُن دنوں ایم۔اے کررہے تھے۔خوبصورت تھے۔اس کا احساس اُنہیں بھی تھا۔میرے دوست تھے۔بہر حال سنگم کی دھرتی ہر شعبہء حیات میں زرخیز رہی ہے۔میں خوش نصیب ہوں کہ مہادیوی ورما، سمترانندن پنت اور ڈاکٹر رام کمار ورما کو یہاں دیکھنا نصیب ہوا۔فراق صاحب کی صدارت میں ریڈیو کی تین شعری نشستوں میں میں بھی شریک رہا۔

الہ آباد کے دورانِ قیام نیاز فتحپوری کے وطن فتحپور ہسوہ سے بھی میرا قلبی تعلق رہا۔محترم محمد معین الدین ایڈوکیٹ کی سرپرستی میں ہونے والے بہاریہ اور نعتیہ مشاعروں میں شرکت کرتا رہا۔یہاں مرحوم فضل کوثی، قمر صدیقی، ڈاکٹر جمال احمد، ظفر اقبال ظفر، قمر سنبھلی اور ظفر مرادآبادی کی ہم نشینی حاصل ہوئی۔فتحپور میں چوگلیا کے نعتیہ مشاعرے آج بھی لوحِ دل پر جگمگاتے رہتے ہیں۔

یہ سلسلہ ۱۹۷۹ء تک چلا، سول سروس میں منتخب ہونے کے بعد ان محفلوں میں شرکت تقریباً ختم ہوگئی مگر مشقِ سخن جاری رہی۔ میری ڈسٹرک ٹریننگ کانپور میں ہوئی۔ اُس زمانے میں سحر صدیقی مرحوم، جلیل فتحپوری مرحوم، شاعر فتحپوری، قیوم ناشاد، استاد شارق ایرایانی، استاد کوثر جائسی، حق بنارسی، فنا نظامی، عشرت ظفر، ناظر صدیقی، ڈاکٹر ابوالحسنات حقی، اثر عباسی، احتشام صدیقی، کمال جائسی، ظہیر کانپوری اور یزدانی صدیقی کی محبتیں حاصل ہوئیں۔

میرے والد مرحوم نے مجھے حکم دیا تھا کہ شاعری میں صرف نعت کہنے تک محدود رہوں لیکن قدرت کو اور ہی منظور تھا اس لئے راہیں بدلتی رہیں۔ یہ اچھا ہوا کہ میری تخلیقی اور علمی سرگرمیوں نے مجھے مختلف راستوں کا مسافر بنا دیا، جن پر آج بھی گامزن ہوں مگر نعت گوئی کا مشغلہ جاری رکھنے میں غیبی تعاون حاصل رہا۔ کانپور کے بعد نینی تال چھ مہینے کی ٹریننگ کے لئے بھیجا گیا۔ یہیں مرحوم کنور مہیندر سنگھ بیدی سحر سے ملاقات ہوئی کہ ہر سال وہ نینی تال میں گرمیاں گزارتے تھے۔ ان کی ایما پر ایڈ منسٹریٹو ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ کے ڈائریکٹر مرحوم بشن ٹنڈن کی زیرِ نگرانی اے۔ ٹی۔ آئی میں بھی ایک مشاعرے کا اہتمام کیا گیا جو بہت کامیاب رہا۔ بشن ٹنڈن صاحب نے شاہ کمیشن میں امرجنسی کی زیادتیوں کے ضمن میں اندرا گاندھی کے خلاف گواہی دی تھی۔ مرحومہ نے سزا کے طور پر اُنہیں اے۔ ٹی۔ آئی کا ڈائریکٹر بنا دیا تھا، جب کہ اس وقت یو۔ پی کے چیف سکریٹری اُن سے کئی سال جونیر تھے۔ سول سروس کی یہ

صورتِ حال مرحومہ کے زمانے سے ہی ابتر ہونا شروع ہوئی اور امریکہ کی SPOIL SYSTEM ہمارے یہاں بھی رائج ہو گئی۔ بہر حال بشن ٹنڈن مرحوم شعر و ادب کے رسیا تھے اور الہ آباد کے ایک معروف ادارہ پریمل (परिमल) کے بنیاد گزاروں میں تھے۔ ان کے معاون دھرم ویر بھارتی اور پروفیسر وجے دیو نارائن ساہی تھے۔ رضا کا رانہ سبک دوشی کے بعد یہی بشن ٹنڈن، سرسوتی سمان والے کے۔ کے۔ برلا فاؤنڈیشن کے ڈائرکٹر تھے۔ مجھے اس بات کا فخر ہے کہ وہ مجھے بہت عزیز رکھتے تھے اور انتظامی امور میں میرے استاد تھے۔ نینی تال چھوڑتے ہوئے میں ان کی جدائی میں رو پڑا۔ انھوں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں آخری سبق یہ دیا تھا کہ ایک اچھے انسان کی طرح رہنا تم خود بخود ایک اچھے افسر بن جاؤ گے اور آخر میں یہ تلقین بھی کی تھی کہ اگر تمہاری شاعری پر حرف آتا ہے تو استعفیٰ دے دینا۔ ۲۰۰۰ء میں جب مجھے ساہتیہ اکادمی کا انعام مرحمت کیا گیا تو ٹنڈن صاحب نے تقسیم انعامات کی تقریب میں آکر مجھے گلے لگایا اور فرمایا کہ مجھے یقین تھا کہ تم یہاں تک ضرور پہنچو گے۔ سرسوتی سمان کی اردو کی ذیلی کمیٹی میں ان کی سرپرستی کے سبب دو سال میں نے بھی اپنی خدمات انجام دیں۔ پچھلے برس ٹنڈن صاحب بھی دنیا چھوڑ گئے۔ میں ایک محسن سے محروم ہو گیا۔

نینی تال کے بعد رائے بریلی اور اناؤ میں سب ڈویژنل مجسٹریٹ رہا۔ اتفاق یہ کہ اندراجی کے حلقۂ انتخاب کے بہت اہم حصہ بیسوارہ میں چار سال تک ڈلموء سب ڈویژن میں تعینات رہا۔ یہ وہی ڈلموء ہے جہاں ملا داؤد رہتے تھے اور جنھوں نے

یہیں اودھی کی اولین عشقیہ اور متصوفانہ مثنوی '' چندائن '' خلق کی تھی۔ بہت تلاش کے بعد ان کی جائے پیدائش کا پتہ نہیں چل سکا۔ یہ وہی ڈلموء ہے جہاں شرقی سلطنت کا گورنر رہتا تھا۔ قدیم ڈلمو چوراسی محلوں کا شہر تھا یہاں بزرگوں کے مزارات اور سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے ساتھیوں کے گنجِ شہیداں نیز قناطی مسجدیں آج بھی حسرت و یاس کی تصاویر ہیں، ادبار کا یہ عالم ہے کہ ناجائز قبضے خود اپنے لوگ کر رہے ہیں۔ یہ وہی ڈلمو ہے جہاں ہندی کے عظیم شاعر سوریہ کانت ترپاٹھی نرالا کی سسرال تھی یہاں نرالا جی برسوں رہے۔ سیاسی اور انتظامی نقطۂ نظر سے جو اہمیت اس دوران خاکسار کو ملی وہ آج بھی دل پر نقش ہے۔ پسماندہ طبقات کے مسائل کا حل میری اولین ترجیحات میں تھا۔ یہ کوششیں اللہ کے فضل و کرم سے بار آور بھی ہوئیں۔ سرسید تحریک سے اشرافیہ طبقہ ہی فیض یاب ہوا۔ دیہات میں رہنے والے غریب مسلمان آج بھی صبر و شکر سے غربت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ کوئی بھی تنظیم یا سیاسی جماعت پنچایت سطح پر ان کی معاشی اور تعلیمی پسماندگی دور کرنے کے لئے عملی اقدام نہیں کرنا چاہتی۔ بیسوارے کے سرینی علاقے میں جدید ہندی کے معمار آچاریہ مہاویر پرساد دویدی رہتے تھے۔ ان کے مشہور جملے 'اچھی ہندی تبھی آسکتی ہے جب کہ اردو کی گہری تعلیم حاصل کی جائے' کو ہندی والوں نے فراموش کر دیا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندی نثر اور شاعری آج تک انتشار کا شکار ہے۔ رائے بریلی میں الحاج وحید رائے بریلوی، راغب فاروقی مرحوم، رئیس بریلوی مرحوم، واقف رائے بریلوی مرحوم، ہندی کے معروف گیت کار

شو بہادر سنگھ بھدوریہ، حسن رائے بریلوی، سردار پنچھی اور مرحوم اعجاز رائے بریلوی اور چارو چندر دویدی کی محبتیں ملیں۔ رائے بریلی کے بعد اُناؤ میں تین سال تک سب ڈویژنل مجسٹریٹ رہا۔ یہ وہی اناؤ ہے جہاں حسرت موہانی علیہ الرحمہ پیدا ہوئے۔ رواں اُناوی اور اُنکے لائق فرزند سروش اناوی پیدا ہوئے۔ اتفاق یہ کہ پوروا سب ڈویژن ڈلموء سب ڈویژن سے ملا ہوا تھا۔ یہاں نرالا جی کا گاؤں گڑھا کولا ہے۔ یہ علاقہ ہندی کے معروف ادیبوں کا گڑھ رہا ہے۔ پنڈت پرتاپ نراین مسرا، گیا پرساد شکل سنیہی، رام ولاس شرما، شیومنگل سنگھ سُمن، کیلاش واجپیئی یہیں پیدا ہوئے۔ سروش صاحب استادِ فن تھے۔ ہم اردو والے واقعی اتنے بے توفیق ٹھہرے کہ ان استادانِ فن کو ہم بھلا بیٹھے۔ اُناؤ وہی دیار ہے جہاں مولانا فضل الرحمان علیہ الرحمہ گنج مرادآبادی پیدا ہوئے۔ یہاں نعتیہ مشاعروں کی بھی بہت ہی توانا روایت رہی ہے۔ انہیں کے سلسلے میں میرے والدین بیعت تھے۔ عرفی گنج مرادآبادی مرحوم اسی گنج مرادآباد میں سکونت پزیر تھے، استادفن تھے، بڑی شفقت فرماتے تھے۔ خانقاہی سلسلے کا یہ ربط باطن سے حاوی رہا مگر میں نے خانقاہی نرگسیت اور خانقاہی رعونت کو ہمیشہ ناپسند کیا۔ مردِ حق آگاہ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا تھا ؎

خداوندا! ترے یہ سادہ دل بندے کدھر جائیں

کہ سلطانی بھی عیاری ہے، درویشی بھی عیاری

افسوس کہ پاکستانیوں نے اس عظیم شاعر کو بابا بنا ڈالا اور اس کے پیغام کو فراموش کردیا۔

اُناؤ کے بعد ۱۹۸۹ء میں جونپور میں سٹی مجسٹریٹ رہا۔ مرحوم شیرازِ ہند اپنے کروفر کے لئے ہندوستان کی تاریخ میں مشہور ہے۔ یہ وہی مقام ہے جو اپنی مساجد ، قلعے اور پُل نیز مدارس کے لئے دنیا بھر میں معروف رہا ہے۔ نہ معلوم کتنے علماء و فضلاء عراق، ایران اور دلی سے آکر یہاں بس گئے تھے۔ شفیق جونپوری، رشید احمد صدیقی اور وامق جونپوری یہیں کے سپوت تھے۔ میں خوش قسمت ہوں کہ وامق جونپوری کی شفقت نصیب ہوئی۔ کج گاؤں میرے لئے اپنے گاؤں کی طرح تھا۔ جونپور بھی میرے لئے بہرائچ سے کم نہ تھا مگر بہرائچ سے بہت دور تھا اس لئے تقریباً ایک برس گزار کر لکھنو دوبارہ وارد ہوا جب جونپور چھوڑ رہا تھا وامق صاحب میرے یہاں تشریف لائے وہ خاموش تھے۔ میری اہلیہ شائستہ عنبر نے اس بات کو محسوس کیا۔ وامق صاحب نے مجھ سے کہا، عنبر! میرا شہر اتنا برا تو نہ تھا۔ میں کیا عرض کرتا دل پر بھاری بوجھ رکھ کر لکھنو چلا آیا۔ جونپور میں ہی میرے دوست احمد نثار اور ہندی بھون کے اجے کمار صاحب نیز میرے ہم وطن شاعر جمالی مرحوم کی دیوانگی دیکھنے کو ملی۔ لکھنو آئے ہوئے مجھے چند ماہ ہوئے تھے کہ میرے والد کا انتقال ہو گیا۔ یہ سانحہ میری زندگی کا دوسرا بڑا سانحہ تھا۔ میری دادی جنھوں نے مجھے بولنا سکھایا تھا ان کی ۱۹۷۶ء میں ہونے والی رحلت میرے لئے اولین بڑا سانحہ تھی۔ نعتیہ لوک گیت اور اودھی مرثیوں کی ادائیگی میں نے اُنہیں سے سیکھی تھی۔ میری ماں مرحومہ اور میری دو بڑی بہنوں نے بھی اس ضمن میں بہت معاونت کی تھی۔ والد مرحوم اس دنیا سے اپنے شفاف طور طریقے نیز

حُب رسول ﷺ کے سبب چلتے پھرتے ہوئے گزر گئے کسی سے کوئی خدمت نہیں لی۔

لکھنوء میں دوبارہ قیام کے دوران محترم رباب رشیدی کی محبتیں ملیں، جن کا تعلق تو شاہ جہاں پور سے ہے مگر لکھنوء میں گوشہ ءتنہائی میں زندگی گزار رہے ہیں کہ لکھنوء مرحوم میں کوئی ہم مزاج نہیں رہا۔ عجیب اتفاق ہے کہ میرؔ سے لیکر عرفان صدیقی تک سبھی لکھنوء کی بے توفیقی کا شکار رہے۔ رباب صاحب بھی اس صورتِ حال پر مسکرا کر رہ جاتے ہیں۔ عرفان بھائی کی جو تھوڑی بہت قدر افزائی ہوئی بھی تو وہ مصلحت پر مبنی تھی۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ عرفان صدیقی نے جو انداز اختیار کیا تھا وہ ان کے خاندانی پس منظر کے طفیل تھا، اور ان کی ذہنی اور قلبی تربیت اس نہج کی تھی کہ اس کا پروردہ شعری سرمایہ کسی طبقے کو خوش کرنے کے لئے نہیں تھا بلکہ ان کی عقیدتوں کا ہی مظہر تھا افسوس انہیں بہت جلد فراموش کر دیا گیا۔ بہر کیف رباب بھائی نعتیہ شاعری کے آداب اور اس کی تہذیب سے بخوبی واقف ہیں۔ اُن کے نعتیہ مجموعے ملک اور بیرونِ ملک پذیرائی حاصل کر چکے ہیں۔ نعتیہ شاعری کے اثرات یہ ہیں کہ رباب صاحب ہر سال عمرے اور دیارِ رسول ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

لکھنوء میں یہ وقفہ چار سال پر محیط ہے۔ اس کے بعد میرا تبادلہ دیارِ علم و ادب علی گڈھ میں بحیثیت اے۔ ڈی۔ ایم۔ سول سپلائز ہوا۔ علی گڈھ کے دورانِ قیام میری خاموش طبعی کو میرے دوستوں نے ایک نیا زاویہ بخشا ان میں پروفیسر ابولکلام قاسمی کا

نام سرِ فہرست ہے۔ شافع قدوائی، طارق چھتاری، صغیر افراہیم، مہتاب حیدر نقوی، خورشید احمد، غضنفر، قاضی جمال حسین، سید محمد امین برکاتی، عقیل احمد، مولانا سعود عالم قاسمی، اسعد بدایونی مرحوم، آشفتہ چنگیزی، مولانا آزاد لائبریری کے لائبریرین پروفیسر نورالحسن خاں مرحوم میرے محدود حلقہء احباب کے مور پنکھ ہیں۔

یہیں پروفیسر آلِ احمد سرور، پروفیسر اسلوب احمد انصاری، پروفیسر وحید اختر، پروفیسر سعید الظفر چغتائی، پروفیسر فرحت اللہ خاں، اور پروفیسر شہریار کی شفقتیں میسر ہوئیں۔ شہریار صاحب کی وضع داریاں بھلائی نہیں جاسکتیں۔ وہ اپنی مثال آپ ہیں۔

پروفیسر نورالحسن خاں اور پروفیسر سعود عالم قاسمیس کے تعاون کو اس لئے نہیں بھلایا جاسکتا کہ ان دونوں حضرات نے سیرتِ رسول اکرم صل اللہ وعلیہ وسلم پر مبنی کتب فراہم کیں۔ اور یہیں سنسکرت شعریات کے اصولوں کی روشنی میں میں نے اپنے دوسرے تخلیقی رزمیہ 'لم یاتِ نظیرک فی نظرٍ' کو لکھنے کی سعادت حاصل کی۔

(پہلا تخلیقی رزمیہ گوتم بدھ کی حیات اور تعلیمات پر مبنی، مہا بھنشکرمن تھا) یہ اللہ رب العزت کا احسان اور اُس کے حبیب ﷺ کی رحمتوں کا ثمرہ تھا۔ ادبی دنیا میں ہمیشہ یہ شکایت ہوتی رہی ہے کہ طویل پابند نظموں کا فقدان ہے۔ لیکن میرے دونوں تخلیقی رزمیوں کو اربابِ نظر نے پسندیدگی کی نظر سے تو دیکھا مگر انہیں رزمیہ ماننے سے انکار کردیا۔ جب کہ میں نے واضح کردیا تھا کہ یہ رزمیے ارتقا آمیز یا تاریخی رزمیے نہیں ہیں بلکہ تخلیقی رزمیہ ہیں دراصل ہمارے یہاں اردو میں بہت سے الفاظ

کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ رزمیہ کے بارے میں بھی یہاں جنگ و جدل کے بیان کو ہی رزمیہ مانا جاتا ہے جب کہ جنگ و جدل کا بیان تو رزمیہ کے ایک جزو کی حیثیت رکھتا ہے۔ بہر حال ان دونوں رزمیوں کا احتساب تخلیقی رزمیہ کے اصولوں کی روشنی میں ابھی باقی ہے۔

لم یاتِ نظیرک فی نظرٍ کے ضمن میں ہمارے مذہبی حلقوں میں عجیب ردعمل ہوا۔ اس تخلیقی رزمیہ کا عنوان فاضلِ بریلوی مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کی ایک نعت سے لیا گیا تھا۔ ان کے مخالفین نے اس لئے اسے اہمیت نہیں دی، مولانا کے پیروؤں نے اسے اس لئے اہمیت نہیں دی کہ کتابیات کی فہرست میں غیر بریلوی حضرات کی تصانیف شامل تھیں فقہی اعتبار سے کوئی رائے قایم کرنا میرا منصب نہیں ہے مگر میں مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کو اردو نعتیہ شاعری کا سب سے بڑا شاعر مانتا ہوں۔ ان کی نعتیہ شاعری کی اس خصوصیت کا اعتراف تو علامہ اقبال، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، اور مولانا ابوالحسن علی ندوی نے بھی کیا ہے۔ بہر حال مولانا کی نعتیہ شاعری کا محاسبہ ابھی باقی ہے۔ اردو تنقید کو اس کی طرف توجہ دینی چاہیئے کیوں کہ انصاف کا یہی تقاضہ ہے۔

علی گڈھ میں ہی اردو کے ایک البیلے نظم گو صلاح الدین پرویز سے ملاقات رہی۔ اُن کی نعتیہ نظموں کا ایک منفرد اسلوب ہے۔ نظمیہ شاعری میں ان کا شمار صفِ اول کے شعراء میں ہوتا ہے۔ افسوس وہ اپنی بے راہ روی میں غروب ہو گئے۔ لیکن وہ اپنی نظموں کے سبب ہمیشہ نصف النہار میں رہیں گے۔

علی گڈھ کی فضاؤں میں سنگم کی دھرتی الہ آباد کی فضاؤں کی طرح فطری رنگ ورامش کی امواجِ تہ نشیں قدرتی جوہر کو اپنی آغوش میں لے لیتی ہیں لیکن علی گڈھ کیمپس میں رہنے والے پروفیسر صاحبان میں ایک بڑی کمی یہ ہے کہ وہ کیمپس کی دنیا سے باہر نہیں نکل پاتے۔انہیں ایک غلط فہمی یہ بھی رہتی ہے کہ اردو شعروادب میں اگر کوئی کام ہو رہا ہے تو وہ علیگڈھ کیمپس میں ہی ہو رہا ہے۔نعتیہ شاعری پر میرے علم تک کوئی تنقیدی مضمون یہاں کے کسی پروفیسر نے نہیں لکھا ہے۔

اسی زمانے میں پروفیسر گوپی چند نارنگ، پروفیسر شمس الرحمان فاروقی، رشید حسن خاں مرحوم، پروفیسر قمر رئیس مرحوم، پروفیسر وہاب اشرفی کی عنایتیں حاصل ہوئیں ۔(اس دوران علمیت اور خود پسندی کی رعونت کے سبق آموز منظر بھی دیکھنے کو ملے۔)ان میں پروفیسر گوپی چند نارنگ اور پروفیسر وہاب اشرفی کی محبتیں آج بھی مل رہی ہیں ۔نارنگ صاحب سے میرے ذاتی مراسم ہیں۔یار لوگ اپنے اپنے طریقے سے جن کی تعبیریں نکالتے ہیں اور اپنے تعصبات پر کاربند رہتے ہیں۔اردو کی نعتیہ شاعری اور رثائی ادب کی اہمیت نارنگ صاحب کی نظروں میں ہمیشہ رہی ہے۔اس زمانہ سے پروفیسر شکیل الرحمان صاحب ، فضیل جعفری صاحب ،عتیق اللہ صاحب،صادق صاحب،عنوان چشتی صاحب، زبیر رضوی صاحب ،مخمور سعیدی صاحب،افتخار امام صدیقی اور وارث علوی صاحب میرے اُوپر کرم کی بارش کرتے رہے ہیں۔ساہتیہ اکادمی، دلی سے تعلق ہونے پر میرے تعلقات بہت سے جینوین

شعراء و ادباء سے ہوئے ،ان میں ساجد رشید، عبد الاحد ساز، شمیم طارق، شکیل اعظمی، عالم خورشید، ف۔س۔اعجاز، کوثر مظہری ، مولا بخش اسیر ،ترنم ریاض، شبنم عشائی، غزال ضیغم، عذرا پروین اور ثروت خان سرفہرست ہیں۔اس ضمن میں، میں کہہ سکتا ہوں کہ اردو شعر و ادب میں ادبار کی وہ صورت قطعی نہیں ہے جیسا کہ آئے دن ڈھنڈھورا پیٹا جاتا ہے۔

ذکر ہو رہا تھا علیگڈھ کا۔علی گڈھ چھوٹنے کا قلق لگتا ہے زندگی بھر رہیگا۔ ۱۹۹۸ء سے ۲۰۰۹ء تک بہت سے تبادلے ہوئے سِول سروس کے انداز بدل گئے۔ سول سرونٹ بھی اپنی عزتِ نفس کو طاق پر رکھ کر سیاست دانوں کی موقع پرستی میں شامل ہو گئے۔اس ماحول میں بھی سول سروس اور تخلیقی نیز علمی سرگرمیوں کے ساتھ ایمان دار رہتے ہوئے زندگی کرنے میں خالقِ حقیقی کی شانِ کریمی نے مدد کی اور سپیشل سکریٹری ہوم کے عہدے سے سبک دوش ہو کر اب اپنے گاؤں میں لوٹ کر دوبارہ کسان بن جانے کا سکھ اٹھا رہا ہوں۔لکھنؤ میرا مستقر ہے۔اپنے ذوق و شوق میں انہماک کو اولیت دیتے ہوئے سانسوں کا سفر جاری ہے۔

آخر میں، میں چودھری ابن النصیر صاحب اور ان کی نیک اہلیہ محترمہ (ڈاکٹر) زیب النساء کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جو الہ آباد کی ناسازگار فضا میں رہتے ہوئے بھی شعروادب کی خدمت میں منہمک ہیں۔اللہ انھیں صحت اور طویل عمر سے نوازے۔آمین

نعتوں کے اس مجموعے کو میں نے زمانی اعتبار سے ترتیب دی ہے۔ اللہ عز و جل کے حضور دست بہ دعا ہوں کہ آخری سانس تک نعت گوئی جاری رہے۔ اہلِ دانش و بینش کی آرا کا منتظر رہوں گا۔

عنبر بہرائچی

۱۱ جنوری ۲۰۱۰ء

بالمطابق ۲۴ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ

لکھنؤ

نعتیہ گیت (اودھی / بھوجپوری)

مدنی گنوَر پیارے ہتوَ ہمار
جھولیا ہمری بھرے
بگیا کے پھُلوا گئے ہیں مرجھائے
کالی کویلیا، گئی ہے بِرجھائے
چندوا کی جوت گئی ہے کُمہلائے
سُرجو کے جیَرا گوا ہے بِلبلائے
کون بِچِتا ہرے
مدنی گنوَر پیارے ہتوَ ہمار
جھولیا ہمری بھرے

ملّہ نگریا ما جگر مگر بھَیلے
کعبہ کے جیَرا ما مہرَ مہرَ بھَیلے
ریتیا کے دیسوا ما سونوا برَسِ گیلے
صدین کی مرجھائی بگیا کُسُم بھَیلے
دھرتی کیئے آج سولہ سنگار
چاند سینڈُرا بھرے
مدنی کُنوَر پیارے مِتوَ ہمار
جھولیا ہمری بھرے

اَلسانی انکھیاں ما کجرا بکھرِ گیلے
دھندلائے درپن کی کایا سنورِ گیلے
پنجرے کے پنچھی کے منواں لہکِ گیلے
مانجھی کے درشن سے نیّا تھرکِ گیلے
پُروائی چھیڑے ہے نوری ملہار
آئے آقا مرے
مدنی کنوَر پیارے مِتوَ ہمار
جھولیا ہمری بھرے

اَپُنم سُرَتیا، وہ نرمل چلن والے
سُگھر اَنیلی، سجیلی پھبن والے
کومل، کمل روپ، سندر چرن والے
اَمِرت بھرے میٹھے بچن والے
تُہرے دُوارے ہے عنبر تُہار
نین اَنسوا بھرے
مدنی گنوَر پیارے متوَ ہمار
جھولیا ہمری بھرے

☆☆

۱۹۶۵ء

سکندرپور، بہرائچ

نعتیہ گیت (اودھی)

آمنہ کی گودِیا ما چھائی ہے اُجیریا
مدھ بھری مچل مچل ہے بہہ رہی بیاریا

لال لعل لال بھال دیکھِ کے بے حال بھا
کالے کالے بال دیکھ میگھوا نہال بھا
مور نین کور کھولِ پیار سے کُہک اٹھا
پی کے آگمن نرکھِ پپیہرا چُہک اُٹھا
نوری بھیس دھارِ کے تھرک رہی نگاریا
آمنہ کی گودِیا ما چھائی ہے اجیرِیا
مدھ بھری مچلِ مچلِ ہے بہہ رہی بیارِیا

چَرنَون کے پنجوَن پہ حوریں سب اُجھکِ اُجھکِ
آمنہ کے لالنا کو دیکھتیں اُچکِ اُچکِ
تال بھر کے حوریں سب ہیں ناچتیں جھمکِ جھمکِ
خوشی کے گیت گنگنا چلی ہوا بہک بہک
ریتیا ما لاگِ ہے بہار کی بجاریا
آمنہ کی گودیا ما چھائی ہے اجیریا
مدھ بھری مچلِ مچلِ ہے بہہ رہی بیاریا

حشر کے دِنا تو سب کے سوکھِ گے پَرانواں
تپ رہی زمین اور آگ آسمانواں
خار ہیں، زبان ما تو بہہ رہا پسینوا
پر عنبرِ گناہگار کیر ہے بیانوا
خلد کی نہ چاہ ہے میں اوڑھ لوں کمالیا
آمنہ کی گودِیا ما چھائی ہے اجیریا
مدھ بھری مچلِ مچلِ ہے بہہ رہی بیاریا

☆☆

سکندرپور، بہرائچ

نعتیہ گیت (اودھی)

عبداللہ کے راج محل میں کوؤ امرت برساوَت ہے
دائی حلیمہ کے آنگن میں جنّت شیش نواوَت ہے
لالہ و نسریں، لعلِ یمنی، مشکِ ختنی، درِّ عدنی
سب پر اپنا مکیؐ مدنیؐ چندا نور لٹاوت ہے
آبی، خاکی، نوری، ناری، عرشی، فرشی، عربی، عجمی
رحمتِؐ عالم، ساقیِ کوثرؐ، سب کی پیاس بجھاوت ہے
قوسِ قزح یا حسنِ سحر ہو، کاہکشاں یا شمس و قمر ہو،
بھولا بھالا، اُنؐ کا تبسم، سب کی مانگ سجاوت ہے

اُنؐ کا حسن، جمالِ الٰہی، اُن کی بتیاں وحیِ الٰہی
اُنؐ کی رحمت، فضلِ الٰہی کن کن کا چمکاوت ہے
صدقے جاؤں اِس ممتا پر، سووَت، جاگت، سانجھ سویرے
امّت کی بخشش کی خاطر کووَ نیر بہاوت ہے
حشر میں بولے میرے سرور، عنؔبر دیکھ اِدھر آ مت ڈر
حشر ہے لیکن میں تو یہیں ہوں کیوں اتنا گھبراوت ہے

۱۹۶۷ء

سکندر پور، بہرائچ

نعتیہ گیت

دھیرے دھیرے بدلنے لگا ہے چمن
انؐ کی زلفوں کے سائے میں دھرتی مگن
اُجلی اُجلی پھبن ہیں بچھی چاندنی
میٹھے میٹھے سُروں میں اُڑی راگنی
بھینی بھینی مہک میں بسی کامنی
گا رہی ہے بیَرِیا نبیؐ کے بھجن
دھیرے دھیرے بدلنے لگا ہے چمن

صرف بلبل کو معلوم ہے نازِ گُل
صرف بھونرے کو معلوم ہے رازِ گُل
صرف شبنم کو معلوم ہے سازِ گُل
رب ہی جانے مقامِ شہہؐ ذوالمنن
دھیرے دھیرے بدلنے لگا ہے چمن
نور کی دلکشی اک نئے روپ میں
عرش و کرسی سبھی اک نئے روپ میں
روپ کا روپ بھی اک نئے روپ میں
کتنا وجد آفریں انؐ کا شُبھ آگمن
دھیرے دھیرے بدلنے لگا ہے چمن

دھندلی دھندلی فضا پھیکی پھیکی پھبن
اُجڑی اُجڑی بقا جیسے سورج گہن
ہر نشیمن میں چھائے تھے رنج و محن
مسکرانے لگے آمنہ کے للن
دھیرے دھیرے بدلنے لگا ہے چمن
نغمۂ دل میں عشقِ شہہؐ انس و جاں
جذبۂ عشق میں اَنکہی داستاں
داستاں میں چھپا کوہِ آتش فشاں
کتنے پیارے چرن کتنی پیاری لگن
دھیرے دھیرے بدلنے لگا ہے چمن

جتنی دوری لبوں کی تکلم سے ہے
جتنی دوری غزل کی ترنم سے ہے
جتنی دوری ہنسی کی تبسم سے ہے
بس یونہی ہے خدا سے نبیؐ کا ملن
دھیرے دھیرے بدلنے لگا ہے چمن

دکھ کی چلمن سے سکھ مسکرانے لگے
خود بھنور میری نیّا ترانے لگے
دیپ آشاؤں کے جگمگانے لگے
اُنؐ کا عنبر مگن، پا کے انؐ کے چرن
دھیرے دھیرے بدلنے لگا ہے چمن

☆☆

الہ آباد

نعتیہ گیت

ماہ و نجوم و شمس کے وہ درمیاں چلے
محبوب کردگار سوئے لا مکاں چلے

کیسا انوپ روپ ہے، حوریں لگیں کہن
چندا لجائے دیکھ کے مکھڑے کا بانکپن
دُکھیَن کی لاج، میت کے ممتا بھرے نیَن
کھن ما جھلک دکھائے کے آقا کہاں چلے؟
محبوب کردگار، سوئے لامکاں چلے

چرخ و زمین و عرش کے سپنے نکھر گئے
ہر سمت انؑ کے فیض کے موتی بکھر گئے
شمس و قمر کی بات کیا ذرّے سنور گئے
کس آن بان سے شہِ ارض و سماں چلے
محبوب کرد گار سوئے لامکاں چلے

اک نور کی پھوار ما چمکت ہے ہر ڈگر
دھرتی اکاس، دو‌و بھئے ہیں جگر مگر
ان کی مہک سے دو‌و بھئے ہیں مہر مہر
سر تا قدم حضورؐ مرے ضو فشاں چلے
محبوبؐ کرد گار سوئے لا مکاں چلے

درپن ما روپ، روپ ما درپن سہات با
اک نور گھرے نور کوئی جگمگات با
اک جوت ایک جوت کی برکھا نہات با
عنبر بہ فیض نور محمدؐ جہاں چلے
محبوبؐ کرد گار سوئے لا مکاں چلے

☆☆

الہ آباد

نعتیہ گیت (اودھی)

مہکے دھرتی اور چمکے آسمنواں
نبیؐ آج دولہا بنے ۔ نبیؐ آج دولہا بنے
نکھرا نکھرا مورے رب کے انگنواں
نبیؐ آج دولہا بنے ۔ نبیؐ آج دولہا بنے
نوری نوشہ، نوری رہیاں، نوری براتی آئے
نور سنوارے نوری اٹریا، نور ہی نور سہائے
چومیں جبریلؑ نوری چرنواں، نبیؐ آج دولہا بنے
نبیؐ آج دولہا بنے

عرش سے لیکے فرش تلک ہے اک نوری پھلواری
ڈگری ڈگری کاہکشاں ہے، کن کن پورن ماشی
پہنے جنّت ہے نوری گہنواں، نبیؐ آج دولہا بنے
نبیؐ آج دولہا بنے
اپُنم، سُگھر سلونے جلوے، لامتناہی شوبھا
نبَین کے جھرمٹ ما آقا، جس تارن ما چندا
کھنکے رحمت کے نوری کنگنواں۔ نبیؐ آج دولہا بنے
نبیؐ آج دولہا بنے

کھن ما آئے کھن ما چھپ گے جَس سپنے کی مایا
نینن سے برست ہیں موتی دیوتن من للچایا
اُنؐ کے درشن کو تڑپیں پَرنواں، نبیؐ آج دولھا بنے
نبیؐ آج دولھا بنے
ہاتھ جورِ جبریلؑ یہ بولے ہیں سدِرہ سے آگے
اب تم جاوٗ ہمرے آقا، آگے ہم جَل جیبے
تُمہری کرپا کے ناہیں ٹھکنواں، نبیؐ آج دولھا بنے
نبیؐ آج دولھا بنے

تارے چوم کے نرمل تلوا، صدین پیاس بُجھائے
نورؐ کے جلوے، نور سے ملنے، نور کی بکھری آئے
آج رب کے مگن ہے پرنواں۔ نبیؐ آج دولہا بنے
نبیؐ آج دولہا بنے

رف رف سا اَنمول سنگھاسن، جگ مگ لوکت جائے
کن کن پر جھینی مدھ ماتی کرنیں چھرکت جائے
کھن ما پہنچے ہیں رب کے بھونواں۔ نبیؐ آج دولہا بنے
نبیؐ آج دولہا بنے

کچھ وہ بڑھے اور کچھ ٹھٹکے، کچھ جھجکے شرمائے
چلمن پیچھے روپ انوپم، اپنے پاس بلائے
ساتھ پنہی کے آوَ پرنواں۔ نبیؐ آج دولہا بنے
نبیؐ آج دولہا بنے

گنگا جمنی پریم کا دھارا، دووَ پریمی مسکائے
عنبر لوٹ کے آئے سرورؐ ساتھ میں بخشش لائے
انؐ کی امت کے نکھرے سپنواں۔ نبیؐ آج دولہا بنے
نبیؐ آج دولہا بنے

سُن سُنِ مدھر ملن کے چرچے بو جہلی گھبرائے
جب صدیقؓ سے پوچھن لاگے، آپؓ مگن ہوئے بولے
مورے آقاؐ کا سچ ہے بینواں، نبیؐ آج دولہا بنے
نبیؐ آج دولہا بنے

☆☆

الہ آباد

نعتیہ گیت

روئے زیبائے معانی پئے تنویرِ ازل
مرحبا سیدؐ مکیؐ مدنیؐ العربیؐ
حسنِ لبہائے نبیؐ نازشِ صد لعلِ یمن
خوشبوئے جسمِ نبیؐ فخرِ دمِ مشکِ ختن
بزمِ دندانِ نبیؐ، نازِ صفِ دُرِّ عدن
حسنِ کردار بہ ہر رنگ ہے اکمل، اجمل
مرحبا سیدِؐ مکیؐ مدنیؐ العربیؐ

جلوۂ نورِ ازل، روپ انوپم نرمل
اُنؐ کا ہر ایک چلن، پھول سا کومل کومل
اُنؐ کے ہر گام پہ رحمت کا سہانا آنچل
اُنؐ کے انوار سے آکاش پہ نوری چھل بل
مرحبا سیدؐ مکیؐ مدنیؐ العربیؐ

جذبۂ عشقِ نبیؐ، وجہ سرورِ ابدی
خوگرِ ذکرِ نبیؐ، لائقِ لطف ربّی
قربتِ پائے نبیؐ، شانِ عروجِ بشری
رہروِ راہِ نبیؐ، روحِ رہِ علم و عمل
مرحبا سیدؐ مکیؐ مدنیؐ العربیؐ

آپؐ کی یاد مدھرتا بھری چیت چور بکل
چشمِ مومن میں سجاتی گئی نوری کاجل
قلبِ عنبر میں کھلاتی گئی ایماں کے کنول
آپؐ کا نام لیا قبر ہوئی شیش محل
مرحبا سیدِؐ مکیؐ مدنیؐ العربیؐ

☆☆

الہ آباد

نعت

عرشِ بریں کے بھاگ جگانے آج مرے سرکارؐ گئے ہیں
نور کی نوری بزم سجانے، آج مرے سرکارؐ گئے ہیں
چہرہ ہے والفجر کا پونم، زلفیں ہیں واللیل کے بادل
نرمل تن کی جوت جگانے، آج مرے سرکارؐ گئے ہیں
آدمؑ ہوں یا یوسفِؑ کنعاں، ہوں چاہے داؤدؑ و سلیماںؑ
ہر چہرے پر پھول کھلانے، آج مرے سرکارؐ گئے ہیں
رت ہے بسنتی، چھب ہے سہانی، میت انوکھا، پریت انوکھی
جلووں کی برسات نہانے، آج مرے سرکارؐ گئے ہیں
رضواں کے خوابوں نے پہنی، آج لہکتی دھانی چونر
باغِ جناں میں ہُن برسانے، آج مرے سرکارؐ گئے ہیں
ستر نگی کرنوں کا ساون، نور کے جھالے، نور کی چلمن
ہر جلوے پر قلب لٹانے، آج مرے سرکارؐ گئے ہیں

ایک بشر نے اک لمحے میں، پار کیے ہیں سارے عالم
انساں کی توقیر بڑھانے، آج مرے سرکارؐ گئے ہیں
سِدرہ ہو یا کوثر و طوبیٰ، باغِ ارم یا عرشِ معلّیٰ
پگ پگ پر خوشبو لہرانے، آج مرے سرکارؐ گئے ہیں
کیا مقصد تھا جانے یہ داور، اپنا تو ایمان ہے عنبر
امت کی تقدیر بنانے، آج مرے سرکارؐ گئے ہیں
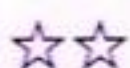
الہ آباد

نعتیہ گیت

ذرے ذرے کے لبوں پر ہیں عقیدت کے بھجن
روح بیچین ہے سرکارؐ مرے آجاؤ
چشم باطن میں اندھیروں کا گزر کیا معنی؟
قلب ایماں پہ ہو مشکوک نظر کیا معنی؟
موت کی چھاؤں میں کہنے لگی سانسوں کی تھکن
روح بیچین ہے سرکارؐ مرے آ جاؤ
دودھیا رات کا آنچل ہے اماوس کا سماں
روئے آئینۂ الفت پہ ہے نفرت کا دھواں
حشر ساماں ہے بہ ہر گام کدورت کا جہاں
بدلے بدلے ہیں بہ ہر طور زمانے کے چلن
روح بیچین ہے سرکارؐ مرے آ جاؤ

ہر نئے موڑ پہ دنیا کے سنہرے جالے
نفس کی آگ میں جلتے رہے سارے لمحے
ملگجی شام ہے جنگل ہیں گھنے کجرارے
سختی قبر، نکیرین کے لہجے میں چبھن
روح بیچین ہے سرکارؐ مرے آ جاؤ

حسرتِ داد بہ افکارِ دلِ بوصیریؒ
گرمیٔ حسنِ تجسس، بہ نگاہِ جامیؒ
جذبِ ایثار بہ ایمانِ بلالِ حبشیؓ
دل میں پھیلی ہوئی خوشبوئے بیابانِ قرن
روح بیچین ہے سرکارؐ مرے آجاؤ

نقرئی ضو پہ بہ صد ناز فدا کاہکشاں
چمپئی نور سے معمور ہے باغِ رضواں
ہر شگوفے سے حسیں روپ بسنتی ہے عیاں
دست بستہ یہی رضواں نے کہا ہو کے مگن
روح بیچین ہے سرکارؐ مرے آجاؤ
یہ گنہگار کی فریاد، یہ درماں طلبی
یہ سسکتے ہوئے ارمان، یہ آشفتہ سری
یہ مشیت کا تبسم بہ دمِ تشنہ لبی
یہ کڑی دھوپ یہ پرسش، یہ شرارے یہ گھٹن
روح بیچین ہے سرکارؐ مرے آجاؤ

چشم عنبر میں شبِ غم کے گھنیرے سائے
درد کی جھیل میں ڈوبے ہیں خوشی کے گجرے
وقت کی دھوپ میں کمہلا گئے سارے سپنے
کچھ ملے یا نہ ملے، آپؐ کے مل جائیں چرن
روح بیچین ہے سرکارؐ مرے آجاؤ

☆☆

الہ آباد

نعتیہ گیت

مصرعہ۔ مرے سرکارؐ، جانِ لطف و رحمت کا زمانہ ہے

وداع! اے شامِ غم! صبح مسرت کا زمانہ ہے
مرے سرکارؐ جانِ لطف و رحمت کا زمانہ ہے
انوپم جوت کے پونم، ضیائے مہرِ تابانی
پریت اور ریت کے سنگم، مجسّم حسنِ ایمانی
مدُھر سندیس کے سرگم، پیامِ لطفِ سبحانی
سرورِ قلبِ وحدت، فخرِ کثرت کا زمانہ ہے
مرے سرکارؐ جانِ لطف و رحمت کا زمانہ ہے

کنول کی چھاؤں میں کانٹے، کھلے ہیں کامنی بن کر
اِندھیرے، نور کے ساون میں چمکے چاندنی بن کر
گھٹی آہیں لہک اُٹھیں، سہانی راگنی بن کر
مگن ہیں سنگ ریزے بھی بصیرت کا زمانہ ہے
مرے سرکارؐ جانِ لطف و رحمت کا زمانہ ہے

سُگھر من موہنی چھب، منبعِ تنویر و زیبائی
مدُھر امرت بھری بانی، سرورِ عقل و دانائی
سلونی پریت کے مدھوبن، چمن زارِ مسیحائی
شمیمِ رازِ خلوت، شانِ جلوت کا زمانہ ہے
مرے سرکارؐ، جانِ لطف و رحمت کا زمانہ ہے

نچھاور پائے انور پر روپہلی صبح کا آنچل
رخِ پُر نور ہے، یا بارشِ انوار کی جل تھل
زِ سرتاپا، بہارِ گلستانِ فکرِ عزّ و جل
بنائے خلقتِ عالم کی بعثت کا زمانہ ہے
مرے سرکارؐ، جانِ لطف و رحمت کا زمانہ ہے

☆☆

۱۰ مارچ ۱۹۷۶ء الہ آباد

نعتیہ گیت

ابتدا نور ہے، انتہا نور ہے
میرے سرکارؐ کی ہر ادا نور ہے
وہؐ اٹھے عزم کو آگہی مل گئی
وہؐ بڑھے، جہد کو زندگی مل گئی
وہؐ چلے، خضرؑ کو روشنی مل گئی
مصطفیؐ کا ہر اک مشغلہ نور ہے
میرے سرکارؐ کی ہر ادا نور ہے

حسنِ گفتار ہے، نازشِ گلستاں
حسنِ رفتار ہے، زینتِ کہکشاں
حسنِ کردار ہے رفعتِ آسماں
اُنؐ کے اوصاف کا سلسلہ نور ہے
میرے سرکارؐ کی ہر ادا نور ہے

سرنگوں آج ہیں فکر کی شورشیں
اپنے محور پہ مبہوت ہیں گردشیں
سو گئیں شہپروں کی حسیں جنبشیں
نور سے آج ملنے چلا نورؐ ہے
میرے سرکارؐ کی ہر ادا نور ہے

اُنؐ کے یاروں کی شانِ عیاں نور ہے
اُنؐ کے اصحاب کی کہکشاں نور ہے
اُنؐ کی زہرا کا سارا جہاں نور ہے
اُنؐ کے لالوں کا حسنِ وفا نور ہے
میرے سرکارؐ کی ہر ادا نور ہے

ارضِ طیبہ کی رعنائیاں نور ہیں
اُن کھجوروں کی انگڑائیاں نور ہیں
اُنؐ کے روضے کی پرچھائیاں نور ہیں
اُنؐ کی نگری کی ساری فضا نور ہے
میرے سرکارؐ کی ہر ادا نور ہے

چشم و دل کو درودوں نے چمکا دیا
ہر خزاں کو بہاروں سے نہلا دیا
خود محب نے بھی عنبر یہ فرما دیا
میرے محبوب کا تذکرہ نور ہے
میرے سرکارؐ کی ہر ادا نور ہے

☆☆

الہ آباد

ایمان و یقیں کے گلشن پر رحمت کی گھٹا چھا جائے گی
اے چشم! نہ رو کالی کملی تجھ پہ بھی گہر برسائے گی
محشر میں نبیؐ کے دیوانے کیوں فکر کریں گے جنت کی
سرکارؐ جدھر بھی جائیں گے جنت بھی اُدھر ہی جائے گی

☆☆

نبیؐ کی خوش خرامی، وجہِ تخلیقِ دو عالم ہے
نبیؐ کی خوش کلامی، شرحِ قرآنِ معظم ہے
وہؐ جن کا امتی ہونے کو موسیٰ بھی پریشاں ہوں
وہی ذاتِؐ گرامی تو موخر ہے مقدم ہے

☆☆

الہ آباد

نعتیہ غزل

اک روز ہم بھی ہوں گے بہاروں کی چھاؤں میں
یعنی دعا ہے اپنی درودوں کی چھاؤں میں

میرے نبیؐ کا ظرف کہ ہر سنگ کے عوض
طائف کی ہر گلی ہے، گلابوں کی چھاؤں میں

رضواں کو بھی حسرت ہے کہ دو پل ہی گزرتے
صحرائے مدینہ کے ببولوں کی چھاؤں میں

حکمِ سفر ملا ہے تو حیدر بھی ہیں فدا
صدیق ساتھ ہیں تاروں کی چھاؤں میں

کعبے کی منڈیروں پہ اذاں گونجنے لگی
فاروق آ گئے ہیں اُجالوں کی چھاؤں میں

قرآن کی ترتیب بھی محفوظ ہے ابھی
خونِ غنیؓ کی سرخ پھواروں کی چھاؤں میں

امت کے چہیتے ہوں بلالِ حبش نہ کیوں
سجدوں کا لطف جن کی اذانوں کی چھاؤں میں

اُس سانس پہ عنبر ہے ہر اک سانس تصدق
جو سانس کہ اکھڑی ہے کھجوروں کی چھاؤں میں

☆☆

الہ آباد

نعت

بلغ العلیٰ بکمالہٖ، کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسُنت جمیع خصالہٖ، صلّو علیہ و آلہٖ

وہ جبیں کہ مطلع مہرِ دیں، وہ جبیں کہ گنجِ دُرِ یقیں
وہ جبیں کہ باعثِ آن وایں، وہ جبیں کہ شانِ مجدّدی
بلغ العلیٰ بکمالہٖ، کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسُنت جمیع خصالہٖ، صلّو علیہ و آلہٖ

وہ نظر کہ دافعِ رنج وغم، وہ نظر کہ صبح شبِ الم
وہ نظر کہ دادرسِ امم، وہ نظر کہ رحمتِ دائمی
بلغ العلیٰ بکمالہٖ، کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسُنت جمیع خصالہٖ، صلّو علیہ و آلہٖ

وہ سخن کہ نغمۂ سرمدی، وہ سخن کہ ترجمۂ وحی
وہ سخن کہ منبع راستی، وہ سخن کہ قاسمِ آگہی
بلغ العلیٰ بکمالہٖ، کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسُنت جمیعُ خصالہٖ، صلّو علیہ و آلہٖ

وہ قدم کہ سجدہ گہہِ سماں، وہ قدم کہ حسن کفِ جناں
وہ قدم کہ منزلِ کاملاں، وہ قدم کہ نازشِ رہبری
بلغ العلیٰ بکمالہٖ، کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسُنت جمیعُ خصالہٖ، صلّو علیہ و آلہٖ

وہی ذات، سرورِ اوّلیں، وہی ذات، خواجۂ آخریں
وہی ذات، عنبرِ صدق بیں، ہے کمالِ حکمتِ داوری
بلغ العلیٰ بکمالہٖ، کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسُنت جمیع خصالہٖ، صلّو علیہ و آلہٖ

☆☆

(۱۹؍ مارچ ۱۹۷۹ء الہ آباد)

نعتیہ گیت

رحمتِ بیکراں، مونس و مہرباں، ہم غریبوں کی بھر دیجئے جھولیاں
اے بہارِ چمن زارِ پیغمبراں، ہم غریبوں کی بھر دیجئے جھولیاں
تمھرے انگنا سے پھیلی سُگھر چاندنی
تم سے کجراری دھرتی سنہری بنی
تم سے مرجھائی بگیا ہے من موہنی
ہے تمہیں سے وجودِ زمان و مکاں، ہم غریبوں کی بھر دیجئے جھولیاں
رحمتِ بے کراں، مونس و مہرباں، ہم غریبوں کی بھر دیجئے جھولیاں

تمہری چھنہیاں ما ہر ایک پھولے پھلے
تمہری بنہیاں ما کانٹے بھی گجرے ہوئے
تمہری رہیاں ما تاروں کے نیناں بچھے
تمہری کملی پناہِ صفِ عاصیاں، ہم غریبوں کی بھر دیجئے جھولیاں
رحمتِ بے کراں، مونس و مہرباں، ہم غریبوں کی بھر دیجئے جھولیاں
چاندنی، دھوپ، تارے، شفق، کہکشاں
رنگ، خوشبو، بہاریں، صبا، گلستاں
عرش، لوح و قلم، چرخ و باغِ جناں
آپ کے نور کی سب ہیں پرچھائیاں، ہم غریبوں کی بھر دیجئے جھولیاں
رحمتِ بے کراں، مونس و مہرباں، ہم غریبوں کی بھر دیجئے جھولیاں

تمہری اُنگری سے اَمرِت کے دھارے بہے
تمہرے ہاتھوں یتیموں کے چہرے کِھلے
تمہری کرپا سے، تسکینِ تشنہ لباں، ہم غریبوں کی بھر دیجئے جھولیاں
رحمتِ بے کراں، مونس و مہرباں، ہم غریبوں کی بھر دیجئے جھولیاں
شاہِ عنبر ہو پھر تیری چشمِ کرم
ہر طرف سے ہیں گھیرے ہوئے رنج و غم
تیرے دکھیوں کی آنکھیں ہیں پھر آج نم
ہم ہیں بھٹکے ہوئے رہبرِ رہبراں، ہم غریبوں کی بھر دیجئے جھولیاں
رحمتِ بے کراں، مونس و مہرباں، ہم غریبوں کی بھر دیجئے جھولیاں

☆☆
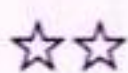
الہ آباد

نعت

گماں سے نفرت، یقیں سے الفت، کہاں نہیں تھی کہاں نہیں ہے
شمیمِ دینِ نبیؐ رحمت، کہاں نہیں تھی کہاں نہیں ہے
وہ ارضِ طائف میں زخم کھانا، وہ اک ضعیفہ کے کام آنا
ہمارے رہبر، تری شرافت، کہاں نہیں تھی کہاں نہیں ہے
وہ عرش کی خلوتیں نرالی، یہ فرش کی جلوتیں انوکھی
حبیبِ داور تری حکومت، کہاں نہیں تھی کہاں نہیں ہے
وہ پرسشِ قبر کا سماں تھا، یہ عدل و میزان کی ہیں گھڑیاں
شفیعِ محشر تری شفاعت، کہاں نہیں تھی کہاں نہیں ہے

بہ وقتِ آمد، نہ ہم کو بھولے، بروزِ محشر نہ ہم سے روٹھے
ہمارے سرورؐ کو فکرِ امت، کہاں نہیں تھی کہاں نہیں ہے
وہ میرے ماضی کی دولتِ غم، یہ آج تیری عطا کا عالم
رسولِ عنبر تری عنایت، کہاں نہیں تھی، کہاں نہیں ہے

☆☆

الہ آباد

وہ نورِ اوّلیں، وجہِ وجودِ آن و ایں آئے
زہے قسمت، یقیں، علم الیقیں، عین الیقیں آئے
خلا میں تو زمینیں تھیں کروروں ہی مگر آقا
ہمارے عوج کی خاطر بسانے یہ زمیں آئے

☆☆

یہ جو بلبلوں کا ملہار ہے، یہ جو آسماں کا سنگھار ہے
یہ مرے نبیؐ کا طفیل ہے کہ ہر ایک سمت بہار ہے
وہ حضورؐ رہبرِ رہبراں، وہ حضورؐ قبلۂ کاملاں
ہو بیان اُنؐ کے کرم کا کیا، نہ شمار تھا نہ شمار ہے

☆☆

الہ آباد

نعتیہ دوہے

اُن ہاتھوں کے لمس سے ناگ پھنی، کچنار
بنجر دھرتی پر پڑی، اَمرت کی بوچھار

راہوں میں سرکارؐ کے اگنے لگے ببول
آپ ہنسے کھلتے گئے، قدم قدم پر پھول

طائف میں سرکارؐ پر اینٹوں کی بوچھار
بدلے میں سب کو ملا پھولوں کا اُپہار

ہونٹوں پر سرکارؐ کے بول بڑے انمول
لیکن سرکش ہی رہا، ابوالحکم کا غول

جھوم اٹھے ہیں حشر میں ہم جیسے کنگال
کملی اوڑھے آ گئے عبداللہ کے لالؐ
بزمِ عناصر ہے مگن، ایماں ہوا نہال
جلتی ہوئی چٹان پر ہنستے رہے بلالؓ

۱۹۷۵ء
الہ آباد

ٹوٹ کے برسے، نور کے بادل، دشت و جبل، کچنار ہوئے ہیں
گھور اماوس میں بھی وفا کے کتنے سہانے دیپ جلے ہیں
ہر دھڑکن ہے فصلِ بہاراں، ہر لمحہ ہے جشنِ چراغاں
شام زدہ دھرتی پہ سہانی صبح کے نغمے پھوٹ پڑے ہیں

☆☆

نوازشوں کے شفیق بادل، دیارِ طیبہ سے اُٹھ رہے ہیں
یہی تو شادابیوں کی رُت ہے، کہ پھول ہر سو کھلے ہوئے ہیں
ہر ایک جانب ہے شور برپا، نبیؐ چلے ہیں خدا سے ملنے
اسی لئے تو بڑے ادب سے سبھی ستارے رکے ہوئے ہیں

☆☆

الہ آباد

نعتیہ گیت (اودھی)

سوکھی بگیا ما آئی بہار، نبیؐ جی آئے ہو۔ نبیؐ جی آئے ہو
رب کے بھونواں ما کعبہ کے انگنا ما اتری ہے نوری برات
اُنؐ کی سُرتیا کی بانکی اُجیرِیا سے کانپے ہیں لات و منات
حوریں گاویں سہانے ملہار۔ نبیؐ جی آئے ہو، نبیؐ جی آئے ہو
مرجھائے بروا کی میلی چُنریا ما، مہکے بہاروں کے پھول
سُرُج جنہیّا کے ماتھے کی بندیا، آقاؐ کے پاؤں کی دھول
اُنؐ سے دھرتی کے سولہ سنگھار، نبیؐ جی آئے ہو، نبیؐ جی آئے ہو

دائی حلیمہ کے انجرا سے پھیلی ہے، جگ میں بسنتی ہلور
پیارے نبیؐ جی کی بھولی سُرتیا پہ چندا بنا ہے چکور
چاروں اور دِیا لگی ہے پکار، نبیؐ جی آئے ہو، نبیؐ جی آئے ہو

سرسوں کے پھولوں سے چہروں پہ عنبر ہیں، پھولے گلابوں کے پھول
دھرتی پہ برسی ہیں سترنگی کرنیں، سارے اندھیرے ملول
بھینی بھینی چلی ہے بیار، نبیؐ جی آئے ہو، نبیؐ جی آئے ہو

☆☆

الہ آباد

نعتیہ گیت

ڈھول میں پھول کھلے، سنگ ہوئے میں درپن
تم سے ہر شے ہے مگن، دائی حلیمہ کے للنؐ
رات کو چاند ملا، دھوپ کو چندن کا چلن
ریت کو پریت ملی، میت کو ہردے کی اگن
درد کو چین، ببولوں کو گلابوں کا چمن
یاس کے ہاتھ میں آشا کے سنہرے کنگن
تم سے ہر شے ہے مگن، دائی حلیمہ کے للنؐ

عرش کے بھاگ جگے، جھوم رہے لوح و قلم
ہر قدم پر ہے اُجالوں کا انوکھا سنگم
اللہ اللہ یہ درودوں کا سہانا موسم
نور کی جھیل میں ڈوبے ہیں ستاروں کے بدن
تم سے ہر شے ہے مگن، دائی حلیمہ کے للنؐ
ظلمت و کفر کے بالو کے گھروندے ٹوٹے
بانجھ نہروں میں بپھرتے ہوئے دھارے پھوٹے
ذرے ذرے نے صداقت کے اُجالے لوٹے
خشک پیڑوں کی ہر اک شاخ بہاروں کی دلہن
تم سے ہر شے ہے مگن، دائی حلیمہ کے للنؐ

خاکساروں کی جبینوں پہ سکوں لہرایا
پستیوں نے بھی بلندی کا تبسم پایا
وحشیوں میں بھی تمدن کا سویرا آیا
سنگ ریزوں کے لبوں پر بھی درودوں کا چمن
تم سے ہر شے ہے مگن، دائی حلیمہ کے للنؐ

کاش وہ آئے گھڑی اور جمے یومِ نشور
اور مل جائیں زمانے کو حسیں حور و قصور
قلبِ عنبر کی مگر ہے یہ لگن میرے حضور!
میرے حصہ میں ہو نعلین کی نوری اترن
تم سے ہر شے ہے مگن، دائی حلیمہ کے للنؐ

☆☆

الہ آباد

مصرعہ۔ عباس کا ہر نقشِ قدم نقشِ وفا ہے

اُس مخزنِ جرأت کی وفاؤں کا صلا ہے
آرائشِ کونین ہے، تزئینِ بقا ہے
ہو شہرِ وفا کیوں نہ مصفّٰی و مجلّٰی
یہ آیۂ تطہیر کے سائے میں پلا ہے
صحرائے کثافت میں لطافت کا وہ گلشن
خوشبوئے وِلا رنگِ صفا چھوڑ گیا ہے
اک بحرِ شجاعت کو نہیں اذنِ شجاعت
واللہ یہی شوکتِ تسلیم و رضا ہے

دل میں رخِ شبیر ہے، آنکھوں میں ہے قرآں
رگ رگ میں تڑپتی ہوئی زہرا کی دعا ہے
ہے مزرعِ ایثار، شہنشہ کی کفِ پا
اشجارِ مودت کی جہاں نشو و نما ہے
بازوئے مطہّر کے شفق پاش لہو سے
دست و کفِ ایمان میں خوش رنگ حنا ہے
مداحِ عباس ہے خوش بختی عنبر
منزل ہے یہی اور یہی راہ نما ہے

☆☆

۱۴ اکتوبر ۱۹۷۸ء۔ الہ آباد

دعا

اے خدا! جذبِ دروں ٹوٹے ہوؤں کو بخش دے
میرے حصّے کا تبسّم غم زدوں کو بخش دے
محفلِ عیش و طرب، برپا ہو لیکن اے خدا!
بس وقارِ آدمیّت قہقہوں کو بخش دے
جن کے ہر اک موڑ پر کانٹوں بھری ویرانیاں
میرے تلووں کا لہو، اُن راستوں کو بخش دے
ست شریانوں میں بھر دے آندھیوں کی یورشیں
جزبۂ کامل ادھوری خواہشوں کو بخش دے

ہم نے تو صدیاں بتا دیں، دھول کی برسات میں
اب تو فصلِ گل، ہمارے آنگنوں کو بخش دے
جرم بخشے جائیں، یا بخشے نہ جائیں، اے خدا!
صرف احساسِ ندامت مجرموں کو بخش دے
تیری قہاری بھی ہو تقدیر میری اے خدا
کیسے کہہ دوں میں کہ میری لغزشوں کو بخش دے
خاک زادے ہو کے بھی ہم فاتحِ افلاک ہیں
اے خدا! یہ آگہی سوئے ہوؤں کو بخش دے

اُن کو بھی احساس ہو مدِّ مقابل ہے کوئی
آہنی پیکر ہمارے، آندھیوں کو بخش دے
ہر نفس تعمیرِ نو کی کاوشوں میں صرف ہو
ظرفِ عنبر بے سروسامانیوں کو بخش دے

☆☆

۱۹۷۸ء الہ آباد

مصرعہ۔ گلزارِ نبیؐ اب تک شہکارِ بہاراں ہے

قدروں کے نگہباں کا منصب یہ پریشاں ہے
یہ شام زدہ عالم، صبحوں سے گریزاں ہے
پل بھر کے اندھیروں سے، صدیوں کی زباں بولی
ترشے ہوئے شانوں سے ہر سمت چراغاں ہے
عباسؓ کے تیور کی اللہ رے طغیانی
باطل کے حصاروں کا ہر زعم پشیماں ہے
اسریٰ کی ملاقاتیں، کربل کی سیہ راتیں
دونوں کے تسلسل میں اک جذب نمایاں ہے
شبیرؓ کی مظلومی، عباسؓ کی جاں بازی
اک حاصلِ عرفاں ہے، اک شوکتِ ایماں ہے

ایثار کے سورج کی اللہ رے شفق ریزی
گلزارِ نبیؐ اب تک شہکارِ بہاراں ہے

اس واسطے پھینکا ہے چلو میں بھرا پانی
معصومِ سکینہؓ کے ہونٹوں پہ بیاباں ہے

بادل کی کمندوں سے مرعوب نہیں سورج
ہلکا سا تبسم ہے، طوفاں ہے کہ لرزاں ہے

آفاق گری عنبر تقدیر بنی اس کی
جس شخص کے ہاتھوں میں شبیرؓ کا داماں ہے

☆☆

۹ نومبر ۱۹۸۰ء۔ لکھنؤ

نعت (اودھی، اردو، فارسی)

ٹھٹھی مڑیا ما، تھر کے جُھپیا، رقصِ چمن زار، در دست صحرا
بطحا کی بَنہیاں مامدنی سنوریا، از پائے اوشانِ دنیا و عقبیٰ
رقصِ چمن زار در دستِ صحرا
سونے اَنگنواں ما جشنِ گہرباری
ٹوٹے بَھونواں ما، شہکارِ زرکاری
چھوچھے کٹوروا ما دُدھوا چوَروا، کشکولِ عسرت زداں پُر زنعماً
رقصِ چمن زار، در دستِ صحرا

مرجھائی پھلواری، رقصِ چمن زاراں

تپتی دُپہری کہ فصلِ صفِ باراں

پُھلوا ہی پُھلوا ہیں دستِ رہِ خاراں

کل کیر کن آج ہوئے گے مُرجوا۔ آں موج دیروز، امروز دریا

رقصِ چمن زار در دستِ صحرا

صدیقؓ سے اوجِ شہرِ صداقت ہے

فاروقؓ سے آسمانِ عدالت ہے

عثمانؓ سے حسنِ باغِ سخاوت ہے

حیدرؓ کے ہتھوا ہیں رب کیر ہتھوا۔ از دستِ اوقصرِ دینِ مصطفیٰ

رقصِ چمن زار، در دستِ صحرا

ڈھریا ہے، اَندھیا ہے، شعلے ہیں گرمی ہے
محشر کی بیر یا ہے، ہر سمت سختی ہے
اَسمان دہکت ہے، دھرتی بھی تپتی ہے
کا ہے جَرائی ہو گھموا پِیا، درقلبِ عنبر گلستانِ طیبہ
رقصِ چمن زار، در دستِ صحرا

☆☆

رائے بریلی

نظم

صبا رفتار گھوڑے تھے، سناں بردار لشکر تھے
نگاہوں میں عزائم تھے، مقدر ساز پیکر تھے
گزرگاہیں ہماری تھیں، وہاں سے بھی بہت آگے
شکستہ اور لرزیدہ جہاں جبریلؑ کے پر تھے
ہمارے ہم نواؤں میں زماں بھی تھا مکاں بھی تھا
ہمارے سوزِ پنہاں سے سبھی عالم منور تھے
سمندر پشت پر تھا، کشتیاں ہم نے جلا دی تھیں
ہمارے صف شکن تھے، سامنے اعدا کے لشکر تھے

ہمارے پائے استقلال پر ہر ضرب تھی حیراں
کہ ہم تو فطرتاً بحرِ حوادث کے شناور تھے
ہمارے پاؤں کے چھالوں نے وہ گلکاریاں کی تھیں
اندھیری وادیوں میں بھی شفق زاروں کے تیور تھے
تجسّس سر خمیدہ تھا ہماری درس گاہوں میں
صداقت آفریں سائے میں قطرے بھی سمندر تھے
نہ رنگ و نسل کے خیمے، نہ فقر و جاہ کے ٹولے
اخوت کی رداؤں میں حیات افروز منظر تھے

سلگتی ریت میں بھی زرفشاں منظر نظر آئے
زمانہ حیرتوں میں تھا ہم ایسے کیمیا گر تھے
کتابِ زندگی کے ہر ورق پر تھے نمایاں ہم
کئی تیشہ بکف اٹھے، مگر سب حاشئے پر تھے

جہاں بانی کچھ ایسی کی ہمارے سرفروشوں نے
خجل دارائیاں تھیں اور شرمندہ سکندر تھے
نمود و شان و شوکت اپنی فطرت میں نہ تھیں لیکن
ہماری ہیبتوں سے لرزہ براندام قیصر تھے

ہماری پیروی میں تھے خلاؤں کے سبھی تارے
ہماری گردِ پا تھے سب، کہ ہم تو اُن کے محور تھے
ہمارا ہر نفس آئینِ فطرت سے مزیّن تھا
کہ انساں ساز اعلیٰ ضابطوں کے ہم مقدر تھے
بجز یزداں مرے سوزِ دروں پر کون سر دھنتا
کسے پروا کہ کتنے نور افشاں اشکِ عنبر تھے

☆☆

۱۰ مارچ، ۱۹۸۳ء۔ رائے بریلی

نعت

کعبے کی سرحد میں اکثر بہکے ہیں فرزانے بھی
پاسِ ادب سے اُن ؐکی گلی میں ہوش میں ہیں دیوانے بھی
سورج کی تیکھی کرنیں ہیں شیشے کا ماحول شہا!
آپ ؐکی جانب دیکھ رہے ہیں اپنے بھی اور بیگانے بھی
زہر بھرے موسم کی فضا میں، رونے والو سوچو زرا
اُن ؐکے پسینے سے مہکے ہیں، گلشن بھی ویرانے بھی
تن من دھن سب ان ؐپہ نچھاور، آپ ؐکے سب سنگی ساتھی
نور کی چادر اوڑھے ہوئے ہیں کوئی انہیں پہچانے بھی

عرش پہ وہ خلوت کی گھتیاں، فرش پہ جلوت کی بتیاں
آپؐ کے جلوؤں کے شیدائی شمع بھی اور پروانے بھی

صدقے جاؤں آپؐ کی نعلینِ انور سے ہیں روشن
ہم بے گھر بیچاروں کے دل، رضواں کے کاشانے بھی

کل کے دشمن، آج نبیؐ کے در پر یوں پہنچے عنبر
دل میں عقیدت کی شمعیں ہیں اشکوں کے نزرانے بھی

☆☆

۱۹۸۶ء اُناؤ

نعت

ہاتھ پسارے راہ میں انؐ کی اشک فشاں سیارے بھی
مَل کر گردِ سفر چہروں پر جھومے چاند ستارے بھی

جلتی ہوئے ریتی پہ بلالِؓ حبشی یوں ہنس کر بولے
پیارے! تمہارے عشق میں اب تو پھول ہوئے انگارے بھی

انؐ کے تبسم نے برسائے ہر ذرے پر لعل و گہر
کاہکشاں سا روپ سجائے ظلمت کے گہوارے بھی

اکثر شب کی تاریکی میں انؐ کی منوّر آنکھیں سے
ہم جیسوں کی خاطر بہتے ہیں اشکوں کے دھارے بھی

آدمؑ و یوسفؑ پہ ہی نہیں ہے انؐ کی گہر باری عنبر
انؐ کے کرم کی بوچھاروں میں ہم جیسے بیچارے بھی

☆☆

۱۹۸۶ء اناؤ

نعت

بہ تمام عجز آقا! ترے در پہ خم جبیں ہے
کوئی زہد ہے نہ تقویٰ ترے لطف پر یقیں ہے

وہاں جذب و کیف و مستی، یہاں با ادب حضوری
وہ خدا کی بارگہ تھی، یہ دیارِ شاہِ دیں ہے

کسی نوربار شب میں سرِ عرش وہؐ گئے تھے
یہ ہے گردِ کفشِ آقاؐ، کوئی کہکشاں نہیں ہے

ہے یہ آرزو مری بھی، اُسی در پہ میں بھی پہنچوں
مری دھڑکنوں میں ہر پل جو حیات آفریں ہے

مرے پاس گو بظاہر، ہے نہیں متاعِ دنیا
مرے دل میں تم ہو آقاؐ، مرے پاس کیا نہیں ہے

مرے آنسوؤں پہ سمائے ہیں تری عنایتوں کے
مری صبح وجد آگیں، مری شام دلنشیں ہے

ہے دل و نگاہِ رضواں میں بسی بہارِ طیبہ
کہ لطافتوں کی جنت بخدا یہیں مکیں ہے

وہ سکونِ روح پرور، یہ سرورِ نطق آور
تجھے کیوں ملے نہ عنبر تو گدائے شاہِ دیں ہے

☆☆

۱۹۸۹ء

جونپور

حمد

سبز صحراؤں کو شعلوں کی ردا بھی دے گا
ریت کو سرخ گلابوں کی قبا بھی دے گا

میرے ہاتھوں سے بھلا دور کہاں سیارے
اُس کی مرضی، مری قامت وہ گھٹا بھی دے گا

پھول کی نرم ہتھیلی کو چٹانوں کا ہنر
سنگ زاروں کو وہ ٹیسو کی ادا بھی دے گا

یہ جو اک بوجھ ہے صدیوں سے مرے سینے پر
اک تبسم، اسے لمحوں میں ہٹا بھی دے گا

آج دریا کے کنارے ہے گھنیرا جنگل
ہاں یہیں کل وہ کوئی شہر بسا بھی دے گا

ہنس پڑوں گا، میں، بڑھائے گا وہ دوری اتنی
اس قدر پاس رہے گا کہ رُلا بھی دے گا

چار سو پھول کی صورت وہ کھلائے گا مجھے
دھول کی طرح خلاؤں میں اُڑا بھی دے گا

اپنے منکر کو بھی بخشے گا سہانی صبحیں
چاہنے والوں کو شب رنگ خلا بھی دے گا

والہانہ وہ مخاطب بھی رہے گا مجھ سے
اپنی خاموشی کی میعاد بڑھا بھی دے گا

مامتا سے بھری رحمت کے تصدق، یعنی
وہ مجھے میرے گناہوں کی سزا بھی دے گا

میں عبث کرب کے صحرا میں پڑا ہوں عنبر
وہ مرے شکر کے جذبے کو جِلا بھی دے گا

☆☆

۱۹۹۰ء لکھنؤ

نعت

جسارت کر نہیں سکتی مری بے چہرگی آقا!
کہاں میں، اور کہاں تیرے نگر کی دلکشی آقا!

یہ مانا ہم اندھیرے ہیں، اندھیروں میں رہیں کب تک
اِدھر بھی آپؐ کے لطف و کرم کی چاندنی آقا!

تری خاکِ کفِ پا کہکشاں میں نور بھرتی ہے
بھلا کیوں کر نہ ہو نازاں ہماری عاجزی آقا!

گئے گزرے ہوئے ہم ہیں، حقیقت ہے یہی لیکن
ہماری دھڑکنوں میں آج بھی کملی تری آقا!

ترے ادنیٰ غلاموں کی غلامی مل گئی جن کو
ہے ان کی ٹھوکروں میں بھی کلاہِ خسروی آقا!

وہ سدرہ ہو کہ طیبہ ہو کہ جنت یا ہمارے دل
تری نعلین سے سب کو ملی خوش منظری آقا!

شبہِ دشتِ قرن کی آبلہ پائی کے صدقے میں
ملے اے کاش عنبر کو بھی وہ دیوانگی آقا!

☆☆

۳ ستمبر ۱۹۹۱ء، لکھنؤ

دعا

قادرِ مطلق!

سچے موتی جیسا جھل جھل ایک تعلق بس تیرا ہے

میں نے اس دنیا میں سارے رشتوں کے تیور دیکھے ہیں

اپنے لہو کے ہر قطرے کی طوطا چشمی بھی دیکھی ہے

نوری جذبوں کی بانہوں میں رہ کر اپنی جان گنوائی

بدلے میں زہریلے موسم کی ساری یلغاریں جھیلیں

گرم لہو کا پاکیزہ رم، آخر جب تھک ہار گیا ہے

اشکوں کی برسات، تری دہلیز پہ سجدہ ریز ہوئی ہے

ایک سہانا لمس، دلِ مضطر پر شبنم پاش ہوا ہے
قادرِ مطلق!
لفظ و معانی، رمز کنائے، دھندلے پیکر، روشن سائے
باطن و ظاہر، سارے مظہر، اک آنسو کے آگے ششدر
تیرے اجالوں کی بارش میں ننھا جگنو مہرِ منور
سب دستاریں، ساری کلاہیں، سارے ہیرے موتی نیلم
میرے اشک میں تیرا پرتو دیکھ کے پل میں درہم برہم
کچے رنگوں کی خواہش نے خوب مجھے مسمار کیا تھا

تیری طرف کے تازہ جھونکے نے مجھ کو بیدار کیا ہے
سانسوں کی سرگم پر سیّاروں کا رقصِ عام ہوا ہے
قادر مطلق!
زہد و تقویٰ اور سرمایہ خاکی پیکر
کاہکشاں اور تیرہ شبی کا منظر ابتر
ہاں تیری ہر اِک تخلیق سے پیار بہت ہے
تیرے ہر اظہار پہ دل سرشار بہت ہے
میرے قفس میں تیرا شعلہ جھوم رہا ہے

میری دھول کو تیرا ساون چوم رہا ہے
ننھی چڑیا کو میلوں تک صحرا بھی کچنار ملا ہے
قادرِ مطلق!
یہ خوش رنگ قبا دنیا جب محشر پائے
آہ و بکا، شیون کی صدائیں جب لہرائیں
اپنے آقا سرورِ عالم، صلی اللہ علیہ وسلم
کا اندازِ شفاعت دیکھوں
ہر امت کے لئے پریشاں ان کو دیکھوں

انؑ کے رحمت ریز آنسوؤں کے دامن میں

تیری قہاری پر حاوی تیری شانِ کریمی دیکھوں

بعدِ قیامت، دوزخ کو بھی خلدِ بریں کا حصہ دیکھوں

اور آخر میں اک فرحت آمیز خموشی جب ہر جانب دھوم مچائے

قادرِ مطلق!

میرے جیسے بنجارے کی ایک تمنا بھی پوری ہو

دشتِ قرن میں آئندہ تک

میری آنکھیں اشک بہائیں

☆☆

سنہ ۱۹۹۴ء

علی گڑھ

عجب نظر تھی

عجب نظر تھی
زماں، مکاں کی حدوں سے آگے پہنچ گئی تھی
کوئی بھی اسرار اس کے آگے نہیں چھپا تھا
ہر ایک تیرہ شبی کے پردے گلا چکی تھی
کریہہ منظر، اسی کے لمسِ بہار پرور سے
چاند بن کر چمک اٹھے تھے
قناعتوں کی دھنک لٹا کر وہ مطمئن تھی
صبیح قدروں کی آبیاری میں منہمک تھی

جلالتوں کے گھنے اجالوں میں پیار کا ہُن برس رہا تھا
مسافتوں کا غرور اس کی پناہ میں تھا
یا ساریه ! الجبل! کی شفقت بھری صدائیں
ہزاروں میلوں سے دے رہی تھی
بجھے ہوئے حوصلوں پہ امرت لٹا رہی تھی

☆☆

علی گڈھ

نعت

آنکھیں کھلتے ہی سناٹے، سرگوشی کر جاتے ہیں
سبز سحر کی گھات میں چھپ کر زرد بگولے بیٹھے ہیں

اک حجرے کی وسعت ہی کیا، کھلی فضا کے دیوانو!
صدیاں بیتیں پھر بھی اس میں چاند ستارے رہتے ہیں

جھلسا دینے والی گرمی، ریت کے ٹیلے، تند ہوا
دن بھر باطل پر یلغاریں، رات ہوئی تو سجدے ہیں

اِن زرخیز زمینوں پر ہی کیوں امرت برسائیں گے
یہ بادل تو ہر خطے میں پھول کھلانے نکلے ہیں

بوسیدہ کپڑوں میں ہر شب، اشک فشاں رہتا ہے کوئی
کچھ نورانی پیکر اس کی پابوسی کر جاتے ہیں

چہروں کی ہیبت میں جانے کتنے سورج ڈوب گئے
چاہے قیصر ہوں یا کسریٰ، سہمے سہمے رہتے ہیں

دل میں ایک مقدس جذبہ، آنکھوں میں اک صبح لئے
سات سمندر پار، الوہی نغمے لیکر پہنچے ہیں

روز و شب اک جہدِ مسلسل، ہر لحظہ آفاق گری
حدّ نظر تک ریت زمینوں پر گل سبزے لہکے ہیں

خُلق و مروت کی شمعیں ہیں، قریہ قریہ نور فشاں
جھوم رہے ہیں بیگانے بھی، اپنے تو پھر اپنے ہیں

سنگ زنی کرنے والوں کے حق میں بھی ہر بار دعا
اُن پر بھی شبنم پاشی، جو انگارے برساتے ہیں

سناٹوں کی بانہوں میں بھی نور بھرے لہجے گونجے
سچّے بول، سہانی بانی، بے خود ذرے ذرے ہیں

خرقہ پوشوں کی آنکھوں میں شفقت کی گلریز دھنک
دامن کے سائے میں، غم کے مارے خوشیاں پاتے ہیں

علم و عمل میں باہم ہیں، پاکیزہ رشتے صبح فشاں
غیروں کی ہر دھڑکن میں بھی ہر پل جوت جگاتے ہیں

دست بریدہ ایک مجاہد، نہر کنارے سوچ میں گم
مشکیزہ تیروں سے چھلنی، پیاسے ننھے بچّے ہیں

کل اس ریت سمندر پر بھی چاند ستارے اترے تھے
آج ہر اک ذرہ نم دیدہ، جلے ہوئے کچھ خیمے ہیں

پریم کی خوشبو دشتِ قرن میں آج بھی ہر سو پھرتی ہے
چم چم گدڑی کے سائے میں اشکوں کے لشکارے ہیں

کچے گھر میں ایک شہنشہ، حکم چلائے فارس تک
عدل کے میداں میں جس کی یکتائی کے گل مہکے ہیں

ارضِ حبش کے شہزادے پر شہرِ صباحت ہے قرباں
جس کے لبوں پر تیغ کے سائے میں بھی نوری نغمے ہیں

ایک تجلّی کی بارش میں گورے کیا اور کالے کیا
تقویٰ کی زرپاش قباؤں میں پیکر سب چمکے ہیں

صرف رضائے حق ہے مقصد جن کی ہر اک دھڑکن کا
لوح و قلم کے جلوے ان کی پیشانی میں ٹھہرے ہیں

سونے چاندی کی دیواریں راہ بھلا کیا روکیں گی
عنبر یہ خاکی پیکر تو قدروں کے رکھوالے ہیں

☆☆

علی گڈھ

اسریٰ

بسنت رنگ سلسلے، ہر اک طرف کھلے ہوئے
خلاؤں میں پھریرے لالہ فام ہیں تھرک رہے
تمام گردشوں میں اک نئی ترنگ ہے رواں
ہر ایک پل ہے اک صدی کا بانکپن لئے ہوئے
نظامِ صوت میں، عجب سرود، کیف ریز ہے
خموشیوں کے تار دفعتاً ہیں جھنجھنا اٹھے
دشائیں رنگ بار ہیں، فضائیں لالہ زار ہیں
صدائیں خوش گوار ہیں، قدم قدم ہرے بھرے

نفس نفس ہے بانکپن، کھلے کھلے ہیں جان و تن
ہیں ریتیوں میں نسترن کے پھول مسکرا رہے
تھرک رہی ہے زندگی، عروج پر ہے بندگی
سمن فشاں شگفتگی، لُٹا رہی ہے قہقہے
نہاں تھے جو، عیاں ہوئے، یقیں فشاں، گماں ہوئے
غیاب گل فشاں ہوئے، رواں دواں ہیں سالے
سکوت میں خروش ہے، پسِ محن سروش ہے
دمن سمن بدوش ہے، کفِ خزاں کنول بھرے

ترنگ، شوخ و شنگ ہے، لہو فشاں امنگ ہے
خیال، ہفت رنگ ہے، گہر فشاں ہیں رتجگے
یہ شب ہے کون سی؟ کہ جو شبوں کی تاجدار ہے
کہ جس کی قربتوں میں کائنات مشکبار ہے
یہ شب ہے کون سی؟ بھلا سیہ گلاب زار سی
کہ جس کی دھڑکنوں میں رم پزیر نور زار ہے
یہ شب ہے کون سی بھلا؟ کہ جس کے دست ناز میں
نوازشوں، عنایتوں کا بحرِ بے کنار ہے

یہ شب ہے کون سی؟ کہ جس پہ دن سبھی نثار ہیں
سیاہیوں کی انجمن بھی دلکشی فشار ہے
زمیں تجلیوں کی بارشوں میں ہے دُھلی دُھلی
زماں، ردائے نور سے لپٹ کے عطربار ہے
مکاں کی ہر منڈیر پر بچھی ہے سبز چاندنی
بہار زارِ لامکاں کی نبض بے قرار ہے
ہر ایک کہکشاں، قبائے نو میں ہے بنی ٹھنی
ہر ایک ماہتاب کا نیا نیا سنگھار ہے

ہر ایک آفتاب، اک نئی پھبن میں زرفشاں
نئی اداؤں کا ہر ایک نجم شاہکار ہے
حدودِ خلد میں بکھر گئے، ہیں زمزمے نئے
لبوں پہ نوریوں کے مرحبا کا لالہ زار ہے
زمیں سے عرش تک درود کی سجی ہیں ڈالیاں
شہود و غیب کو کسی حسیں کا انتظار ہے
درونِ بیت بنتِ عم، حضورؐ محوِ خواب ہیں
سکوتِ خوش نصیب منہمک ہو مورچھل جھلے

شہپرِ ملائکہ کی انکھڑیاں ہیں، پائے ناز پر
شفیق نرم لمس کے سبب، حضورؐ جگ پڑے
گھلاوٹوں کی سبز لہجگی میں عرض یہ کیا
سفیرِ کردگار نے حبیبِؐ ذوالجلال سے
حضورؐ! ربِّ کائنات، منتظر ہے آپ کا
سلام آپؐ پر بلند کس قدر ہیں مرتبے
سماں نہیں ہے طور کا، خدا ہے خود بلا رہا
وہاں جھلک، یہاں تو عین ذات سے مکالمے

سبک ہوا کے دوش پر ہیں فرحتیں غزل سرا
قدم قدم بکھر گئے صباحتوں کے زمزمے
جمالِ دامنِ حبیبؐ کی وہ دُر فشانیاں
زمیں کے انگ انگ آج آبدار ہو گئے
پہنچ گئے ہیں مصطفیٰ، مگن ہے خانۂ خدا
حرم کے بام و در سبھی نکھر گئے، سنور گئے
پڑی وہ چھوٹ ماہ بار عارضوں کی دفعتاً
حجر کی دھڑکنوں میں جلوہ زار جگمگا اٹھے

وہ کعبۂ حرم، وہ محتشم، وہ صاحبِ کرم
بڑھے کچھ اس طرح کہ طاقچوں نے سر جھکا لئے
لگی ہے موتیوں کی وہ جھڑی، حطیم ہے مگن
ہے بے خودی میں رکن تو حرم کو وجد آ رہے
وہ منبعِ شکوہ قدسیوں کی بھیڑ میں ہیں یوں
چھلک رہی ہیں تابشیں، برس رہے ہیں بادلے
کلاہِ نورِ عین ذات، سر پہ ہے سجی ہوئی
ملائکہ ہیں پائے قدس کی بلائیں لے رہے

لطیف جسم حلّہ بہشت میں پَرن فشاں
براقِ برق فام پر سوار مصطفیٰ ہوئے
کہ جیسے رم پزیر چاندنی پہ آفتاب ہو
کہ جس طرح شہاب پر ہوں کہکشاؤں کے پَرے
چمک رہی ہیں بجلیاں، عجب ہیں نور باریاں
براق نے، تو شوخیوں سے ہاتھ پاؤں بھر لئے
امیرِ نوریاں تھپک رہے ہیں پشتِ رخش کو
قویٰ فرس کے یوں پلوں میں آب آب ہو گئے

یہ فخر ہے کہ پشت پر ہیں صدرِ بزمِ دوجہاں
براقِ خوش خصال اڑ چلا ہے جھومتے ہوئے
غبارِ زرفشاں سے کہکشاں کی مانگ بھر گئی
ڈگر کی دونوں سمت، ابرِ ماہ فام اُڑ چلے
براق کے قدم جہاں پڑے فضا لہک اٹھی
گہر بچھے کنول کھلے، سمن اڑے، چمن سجے
سماں یہ دیکھ کر تمام گردشیں ٹھہر گئیں
مراد یہ کہ اب تو بس، خرامِ ناز دیکھئے

ابھی تو عاجزی سے آنکھ مَل رہے تھے دو جہاں
کہ قبلۂ قدیم تک شہہِ اممؐ پہنچ گئے
وہ ارضِ پاک، ہیں جہاں پہ برکتیں ہی برکتیں
جہاں بہ ہر قدم ہیں دلکشی فشاں لطافتیں
وہ مولدِ گروہِ انبیاءؑ، سوادِ آگہی
جہاں رواں ہیں نکہتیں، نزاہتیں، نظافتیں
ہیں جستجو میں انبیاءؑ، امامِؐ قبلتین کی
صفیں درست، قلب، فرشِ رہ گزر بنے ہوئے

ہیں مقتدیٰ امامِ مرسلاں، تو مقتدی رسل
ملائکہ بھی اقتدا میں سجدہ ریز ہو گئے
نماز یہ؛ کبھی نظر نہ آ سکے گی وقت کو
زماں کو منظرِ سعید یہ، بھلا کہاں ملے؟
یہیں قدیم سلطنت کے راز کھل گئے سبھی
یہیں رموزِ اولین و آخریں عیاں ہوئے
وہ بیتِ قدس میں صفِ رسل کے ساتھ صحبتیں
چمن میں انکسار کے، محبتوں کے سلسلے

سبھی کی انکھڑیوں میں مہر کی شفق ہے موجزن
سبھی کے دل میں پیار کی دھنک حضورؐ کے لئے
امیرِ قدسیاں ہیں ملتجی؛ فرس ہے منتظر
خلاً کی وسعتوں میں یک بہ یک انار سے چھٹے
زمیں نے رو کے یہ کہا، مرے نبیؐ کہاں چلے؟
فراق میں کٹے گا وقت کس طرح بتایئے؟
حضورؐ ملتفت ہوئے کچھ اس طرح زمین پر
فرازِ چرخ پر چمک اٹھے ہیں رشک کے دیئے

فرس پہ جلوہ ریز جانِ کائنات کیا ہوئے
زمیں سے عرش تک سحابِ سرخوشی برس پڑے
کہاں خلائی پیرہن، خلائی رخش بھی نہیں
عبث خلاء میں زہر سے بھرے ہوئے ہیں منطقے
ہیں جامۂ بشر میں مصطفیٰ تو عین نورِ حق
اسی لئے نظام ہائے عنصری خجل ہوئے
وہؐ جن سے کائنات میں ہے اضطراب و جستجو
وہؐ، جن کی چھاؤں میں بہار ہنس رہی ہے کو بہ کو

اُنہیںؐ کے لطف سے تمام آسماں تنے ہوئے
اُنہیں کی آرزو میں عرش و فرش ہیں سجے ہوئے
شکوہِ این و آں، گرفت میں ہیں آج آپؐ کی
فرازِ لامکاں کے سب حجاب ہیں اٹھے ہوئے
صدا سے تیز تر ہے روشنی سے بھی شتاب تر
براق کیا اڑا کہ قدسیوں کے دل اچھل پڑے
کشش ہر ایک ہیئتِ وجود کی ہے دم بخود
بِنائےؐ ہر کشش جو اِس ادا سے محوِ رم ہوئے

فضائے قائمہ ہو یا تنِ فضائے برقیہ
کہ ہوں شعاعوں کے وہ پُر خطر مہیب منطقے
قبائے مصطفٰی کی آہٹوں پہ سب ہیں سر نگوں
حضورؐ، قوسِ لاجورد فام سے گزر گئے
یہ چاند، یہ زحل، یہ مشتری، یہ خور، مریخ یہ
یہ سوک، یہ عتارد و بنات و نعش، یہ پرَن
یہ کہکشاؤں کی صفیں، یہ کوکبی غبار سب
بروج کی یہ انجمن، یہ کوندتے صحابیے

سبھی نئے لباس میں ہیں با ادب رکے ہوئے
نبیؐ کی رہ گزر میں انکسار سے بچھے ہوئے
یہ کیا، جھلک دکھا کے اور بے قرار کر گئے
مظاہرِ خلاء کی انکھڑیوں میں اشک بھر گئے
یہ کم نہیں نبیؐ کی خاکِ پا جو آج مل گئی
وہ بحرِ نور مدتوں کی پیاس تو بجھا گئے
ابھی وہ زرق برق رخش تھا یہیں کدھر گیا؟
وہ دلکشیؐ ایں وہ افتخارِؐ آں کدھر گئے؟

خرد کے ہوش اُڑ گئے، گہن لگی ہے جستجو
تمام موشگافیوں کے رنگ بھی اتر گئے
پہنچ گئے حضورؐ، نخلِ منتہیٰ کی چھاؤں میں
تو شہپروں کی دھڑکنوں میں خوف سا بکھر گیا
یہ نوریوں کی دسترس کا آخری مقام ہے
امیرِ قدسیاں نے عاجزی سے عرض یہ کیا
حضورؐ! حدِ آخریں یہی مرے پروں کی ہے
نہ لا سکوں تجلیوں کی تاب گر بڑھوں ذرا

مقامِ افتخار پر بشر کی ہیں قیادتیں
عروج پر ہیں آج خاک زاد کی سیادتیں
تجلیوں کی موج مصطفیٰؐ کو ساتھ لے گئی
لبوں پہ جبرئیلؑ کے درود کی حلاوتیں
حجاب در حجاب، ہو رہی ہیں نور باریاں
ہیں پردہ ہائے نقرئی سے، موج ریز نکہتیں
تجل یہاں کی رنگتوں سے خلد کا سنگھار ہے
قدم قدم صباحتیں، نفاستیں، لطافتیں

جلالِ کبریا، جبینِ لامکاں پہ موج زن
بیاں بھلا ہوں کس طرح، وہ شوکتیں، وہ سطوتیں
ہیں عجز سے بھرے ہوئے یہاں مسبّب و سبب
کہ عبد سے سوا ہیں عبدہٗ کی آج نصرتیں
وہ عبد، جس کو نسبتِ خدا حشم عطا کرے
وہ عبدہٗ، عیاں ہو جس سے مقتدر کی عظمتیں
جماعتِ عباد کا ہے شہریار عبدہٗ
صفِ عباد کے دلوں کا رنگ زار عبدہٗ

عباد ہیں صدف تو دُرِّ شاہوار عبدہٗ
عباد کے جہاں میں دلکشی فشار عبدہٗ
وہ عبد، جس کو انتظار، ربِّ کائنات کا
وہ عبدہٗ کہ جس کی منتظر خدا کی خلوتیں
ہے بے خودی میں عرش آج آمدِ حبیب پر
برس گئی ہیں راحتیں، بکھر گئیں مسرتیں
'متیٰ' و 'این' کا نشاں، 'الیٰ' و 'کیف' کا پتا
کہاں ملا؟ کہ خود جہت کی منتشر طبیعتیں

مرے نبیؐ! قریب آ! قریں مرے حبیب آ!
خدائے لم یزل کی یہ نوازشیں، عنایتیں
ہے سامنے جلالِ ہو، حقیقتیں ہیں رو برو
جمال کی بصارتیں، ہیں دم بخود بصیرتیں
تکلفات سے بڑھے، حیا کے بار سے جھکے
بھری ہوئی ہیں انکسار و عاجزی سے رحمتیںؐ
حجاب کا سماں نہیں، محب، حبیب ہیں قریں
'دنیٰ' کی وادیوں میں ہیں یہ پُر شکوہ ساعتیں

نہاں وہی، عیاں وہی ہے ابتدا و انتہا
اُسی سے اس کی سمت محوِ رم، اُسی کی طلعتیں
اِدھر نبیؐ کی سمت سے ہیں نذر سجدہ ریزیاں
اُدھر خدا لٹا رہا سلامتی کی نعمتیں
یہ امتیازِ بندگی، نوازشوں کی یہ جھڑی
وہ رب کی نطق باریاں، نبیؐ کی یہ سماعتیں
دوئی کا فاصلہ نہیں، حجاب درمیاں نہیں
یہاں فقط محبتیں، محبتیں، محبتیں

مقامِ عبدہٗ پہ مصطفیٰ کا عجز اوج پر
اُدھر خدا کی ٹھاٹھ مارتی ہوئی عنایتیں
جنم جنم کی بیقراریاں، قرار پا گئیں
ہیں خلوتیں ہی خلوتیں، ہیں قربتیں ہی قربتیں
نہیں ہے کوئی امتیاز، مرکز و محیط میں
کمانیں دم بخود ہوئی ہیں، دائروں کو حیرتیں
نہ جانے کیا کہا سنا، نہ جانے کیا عطا ہوا
'دنیٰ' کی رمز گاہ میں نبیؐ کی یہ سیادتیں

ہوا ہے اِذن مرحمت، کہ آگئی مفارقت
بنائےؔ کن کی منتظر ہیں خلد کی لطافتیں
سجے ہوئے ہیں بام و در، روش روش، شجر شجر
ڈھلی ڈھلی ڈگر ڈگر، کلی کلی ہیں ندرتیں
کرن کرن نئی دلہن، سحابِ رنگ کی بھرن
ہیں برگ برگ نکہتیں، چمن چمن ملاحتیں
ہر ایک شاخ پر ثمر، ہر ایک بوند ہے گہر
طرف طرف نئی سحر، دِشا دِشا صباحتیں

بہشت، کفشِ پا کو چوم کر نہال ہو گئی
پھبن میں ہیں سجاوٹیں، سنگھار میں ہیں زینتیں
اداؤں میں ہے بانکپن، نظر نظر سہاگ پن
ہنسی کے ہیں کھلے سمن، ہیں مور پنکھ رنگتیں
فرازِ خلد میں بہار گر محل سراؤں میں
صداقتیں، عدالتیں، مروتیں، شجاعتیں
فضاؤں میں یہاں کی صرف صالحوں کے واسطے
ہیں نعمتیں ہی نعمتیں، ہیں فرحتیں ہی فرحتیں

سنہرے منڈپوں میں اصفیاؑ کی صف ہے پُر سکوں
فضائے نور فام میں بھری ہوئی طراوتیں
قدم قدم معائنے، طرف طرف مشاہدے
پڑے قدم نبیؐ کے ہو گئیں فزوں مسرتیں
ملاحظہ جو ہو گئیں، خدا کی سب نشانیاں
بہارِ ارض کی طرف پلٹ پڑی ہیں رحمتیں
تمام انبیاؑ کی ہیں سنی ہوئی گواہیاں
مگر مرے نبیؐ کی چشم دید ہیں شہادتیں

پلوں میں وہ مسافتیں بھی اختتام پا گئیں
اِدھر بہن کے گھر میں منتظر ہیں استراحتیں
ہزارہا برس کا وہ سفر، پلوں میں طے ہوا
ابھی ہے گرم بسترا، خدا کی ہیں مشیتیں
رکی ہوئی جو گردشیں تھیں، رم پزیر ہو گئیں
اُنہیں ہے ناز، آج مل گئیں، نبیؐ کی قربتیں
ابھی ہے شب کی زلفِ عنبریں، دراز ہر طرف
زمیں مگن، پلٹ کے آ گئیں جہاں کی نعمتیں
دمِ سحر، یہ واقعہ، نبیؐ نے جو بیاں کیا
نثار حرف حرف، بوبکرؓ کی ہیں صداقتیں

گروہِ کفر میں بسی ہوئی ہے سرکشی وہی
وہی حسد، وہی رعونتیں، وہی کدورتیں
مگر فضا میں مرتعش بہارِ نو کی آہٹیں
کہ رنگ لا رہی ہیں اب حضورؐ کی مشقتیں
عمل کی ڈالیوں پہ اب سنہرے بوَر آگئے
دھواں دھواں رتوں کی صف بدل رہی ہے رنگتیں

☆☆

لم یاتِ نظیرک فی نظرٍ کا پانچواں باب

علی گڈھ

نعت

یکتائی صناعِ ضوبار پہ قرباں
اے خالقِ عالم! ترے شہکار پہ قرباں
جبریلِ امیں بھی ہیں ترے در کے فدائی
اے سرورِ عالم! ترے دربار پہ قرباں
ہر لفظ سے قرآں کی تفسیر عیاں ہے
اے منبعِ دانش! تری گفتار پہ قرباں
پل بھر میں سرِ عرش وہ اندازِ حضوری
اے نیرِ خوش رم تری رفتار پہ قرباں

جنت کی بہاروں کو بھی بخشے ہے ادائیں
اے حسنِ مکمل! تری مہکار پہ قرباں
طائف کے مظالم پہ بھی ہر گام دعائیں
اے لطف کے پیکرؐ، ترے کردار پہ قرباں
کعبے کی منڈیروں سے اذاں گونج رہی ہے
اے فخرِ حبش، تیرے عمل زار پہ قرباں
پھلتی رہی عنبر کی ہر اک شاخِ تمنا
آقا! ترے الطافِ گہر بار پہ قرباں

☆☆

۲۰۰۸ء
لکھنؤ

سبز رُت

وہ سبز رت ہے کس طرف؟
وہ نکہتیں گئیں کدھر؟
کہ بے گیاہ ریت پر
کہ ریہہ سنگ زار پر
برس پڑی تھیں ایک دن، محبتوں کی بدلیاں
نوازشوں، مسرتوں، لطافتوں کی بدلیاں
غریب اور بے بسوں پہ رحمتوں کی بدلیاں
حیات کے تمام زاویوں سے نکہتیں اڑیں
عروجِ آدمی نے لامکاں کی وسعتوں میں بھی

اُڑا دئے تھے بندگی کے لالہ زار ہر طرف
ملائکہ تھے دم بخود
بشر کے اس کمال پر
وہ آئنہ ہے آج بھی
مگر ہمیں ہوس کی تیرگی میں ہیں لٹے ہوئے
اخوتوں کو چھوڑ کر ہیں بغض کی پناہ میں
محبتوں سے دور نفرتوں کے سنگ زار میں
جہاں میں ہر طرف ہے یاس کی کہر شر رفشاں

رفاقتوں کے باغ پر عناد کی ہیں بجلیاں
سکوں کی وادیوں میں ہیں فساد کے دھویں رواں
زمیں ہے بیقرار پھر
بشر ہے زار زار پھر
جو دل سے دیکھتا کبھی
وہ سبز رت ہے آج بھی
وہ نکہتیں ہیں آج بھی

☆☆

دیوریا

نظم

کسی کی بخشی ہوئی ہر اک دلنواز نعمت
جو ارضِ گیتی کے آنچلوں سے تمہیں ملی ہے
فرازِ چرخِ بریں میں رقصاں سمن بروں کی
کرن کرن سے تمہیں جو وارفتگی ملی ہے
اُسی کے نشّے میں مست و بے خود
طلسمِ عنصر کی دھڑکنوں میں طرب فشاں ہو
نہ سوچا تم نے، یہ عنصری قوتیں، کہاں سے نکھار پائیں
عروج پائیں، تمہارے ذہنوں کو جگمگائیں
نہ دیکھا تم نے یہ کہکشائیں، سیاہ پیکر، ستارے، مہتاب وسوک ونیر
طواف میں کس کے محوِ رم ہیں

وہ کون ہے؟ جس کے نغمۂ سرمدی کی لَے سے
تمام خلقت کے ریشے ریشے ہوئے فروزاں
اُسی کی چشمِ کرم فشاں نے تمہاری فکرِ کثیف کو اعتبار بخشا
مگر اُسی کو بھُلا کے تم ان کثافتوں پر تھرک رہے ہو
لطافتوں کے سحاب سارے، تمہارے ادراک سے پرے ہیں
تمہارے ادراک سے پرے ہیں

☆☆

لکھنؤ

مسیحؑ کیا بڑھے

اماوسوں کو چیر کر فضائے نور آ گئی
مسیح کیا بڑھے، سحر گری عروج پا گئی
لٹے ہوؤں کے سر پہ آج ہیں کرم کی یورشیں
جو اشک بار تھے انھیں گلاب رت ہنسا گئی
تمام وحشتوں کے ابر ہو گئے فرار سب
مسیح کی نظر، بہار پروری سکھا گئی
کثافتوں کے دشت پر برس گئیں لطافتیں
وہ رحم زا نگاہ چار سو کنول کھلا گئی
جہانِ رنج و غم ، نشاطِ زار میں ہے محوِ رم
وہ شفقتوں کی چھاؤں بے بسی پہ دُر لٹا گئی
ہر ایک سمت شادمانیوں کے زمزمے اڑے
ہر اک نفس وہ چشم ھفنگر سمن لٹا گئی
مسیح وہ کہ جس کے فیض سے بشر کی عظمتیں
کہ جس کی آگہی جہانِ صدق کو سجا گئی

☆☆

نور کے

آج پھر چھائے ہوئے ہیں شامیانے نور کے
روح کی گہرائیوں تک ہیں اجالے نور کے
آنکھ اپنی بے بسی پررو رہی ہے دم بہ دم
ہائے وہ گلزار طیبہ، وہ شگوفے نور کے
وہ خدیجہؓ جن کی الفت حوصلے دیتی رہی
سن رہی ہیں اولیں پر نور جملے نور کے
عظمتیں کوہِ صفا کی ثور و جبل نور کی
کیا بیاں ہوں ان سے ہیں منسوب شجرے نور کے
سید ا لشہدا نبیؐ کے عم وہ حمزہؓ سے جری
جن کی الفت آفریں قربت میں سجدے نور کے

کیا مکاں ، کیا لا مکاں ، پھیلی ہوئی ہے چاندنی
اس سفر میں نور نے گجرے لٹائے نور کے
ان ؐ کے ہاتھوں اک نئی تہذیب نے پایافروغ
ذرے ذرے پر گہر افشاں ہیں جھالے نور کے
وحشیوں کے ہاتھ میں زیتون کی شاخیں سجیں
سبز ہونٹوں سے اڑے نغمے سہانے نور کے
دودھیا قدروں کے سائے میں بڑھی انسانیت
ریتیوں پر مہر افشاں ابر پارے نور کے
اور ہاتھوں کی مشقت کو ملا اتنا عروج
بنجروں میں بھی شگوفے لہلہائے نور کے

عالمِ زن کی بڑھی توقیر اتنی دفعتاً
جگمگاتے آنچلوں میں پھول مہکے نور کے
وہ سحر افروز چہروں سے برستی چاندنی
رات کی تاریکیوں میں مشعلے تھے نور کے
ظلم کے پنجوں میں لرزاں وہ غلاموں کی صفیں
پڑھ رہی ہیں تاجور بن کر قصیدے نور کے
ساتھ میں صدیق ؓ ہیں تو بستر پر ہیں علیؓ
رحمتوں کے سائے سائے قافلے ہیں نور کے

فاطمہؓ کے ساتھ حیدرؓ کی مرتضٰی نسبتیں
عرش پر بھی بج رہے ہیں شادیانے نور کے

وہ سمیّہ ہیں شہیدِ اولیں اسلام کی
جن کی ہر مظلومیت پر اشک برسے نورؐ کے

کون پڑھتا تھا یتیموں کے دلی جذبات کو
میرے آقاؐ نے لٹائے ان پہ غنچے نور کے

وہ سپہ سالار اعظم دین کے ابنِ ولیدؓ
جن کی نوری کاوشوں سے رنگ برسے نور کے

بو زر و سلمانؓ اویسؓ و بو ہریرہؓ اور بلالؓ
نور کے سائے میں کیا کیا چاند چمکے نور کے

بو عبیدہؓ خالدؓ وضرارؓ و شرجیلؓ و زبیرؓ
کیسے کیسے فاتحوں پر رنگ چھائے نور کے

امہات المومنیں کی ہر قدم غم خواریاں
نورؐ کی قربت میں ہر پل کام جن کے نور کے

اللہ اللہ حق پرستی شبر و شبیر کی
نور کے پرچم سنبھالے شاہزادے نور کے

گفتگو کا بھی سلیقہ جن کو آتا ہی نہ تھا
قرب آقا سے ملے ہیں ان کو لہجے نور کے

منضبط ہوتے گئے سب شعبہ ہائے زندگی
ذہن و دل پر چھا گئے افکار سارے نور کے

ہر قدم جن کے مقدر میں رہی بے رہ روی
مصطفٰےؐ نے ان کو بخشے ہیں ٹھکانے نور کے

فتح مکہ ہو کہ طائف کا وہ تبلیغی سفر
دشمنوں کو بھی دیے آقاؐ نے چھینٹے نور کے

مشکلیں آتی رہیں ہر گام پر عنبر مگر
عمر بھر ملتے رہے تجھ کو سہارے نور کے

☆☆

۲۰۰۹ء
لکھنؤ

حمد/نعت

تیری تخلیق کے سب زاویئے عینی ربا
تیرے شہکار کی ہر بات نرالی ربا
تو بھی مسرور ہو محبوب پہ بھیجے ہے درود
بھیجتے ہم بھی ہیں سرور کو سلامی ربا
ہر طرف ہے ترے جلووں کی دھنک رنگ فشاں
ترے محبوب کی ہر سمت نفیری ربا

☆☆

۲۰۰۹ء
لکھنؤ

مصنف کی موجودہ تصانیف

- اقبال ایک ادھیین (ہندی مضامین کا مجموعہ)
- مہابھنشکرمن (تخلیقی رزمیہ)
- دوب (غزلوں اور نظموں کا مجموعہ)
- سوکھی ٹہنی پر ہریل (نظموں کا مجموعہ)
- لم یاتِ نظیرک فی نظرٍ (تخلیقی رزمیہ)
- سنسکرت شعریات (تحقیق و تنقید)
- خالی سیپوں کا اضطراب (غزلوں کا مجموعہ)
- سنسکرت بوطیقا، چند جہات (تحقیق و تنقید)
- گمنام جزیروں کی تمکنت (نظموں کا مجموعہ)
- سوکھی ٹہنی پر ہریل (نظموں کا مجموعہ) دیوناگری رسم الخط میں راج کمل پرکاشن، نئی دہلی
- آنندوردھن اور ان کی شعریات (تحقیق و تنقید)
- سنسکرت شاعری (تحقیق و تنقید)
- روپ انوپ ﷺ (نعتیہ شاعری)

زیر اشاعت:

- ملنگ ملہار (غزلوں کا مجموعہ)
- سُوا پنکھی مٹیوں کی سوندھی گمک (نظموں کا مجموعہ)

Roop-Anoop

Ambar Bahraichi

عنبر بہرائچی موجودہ اردو شاعری کے منظر نامے کا ایک روشن نام ہے۔ وہ موجودہ عہد کے ایسے پہلے شاعر ہیں جن کے یہاں دیہات اور اس سے وابستہ عام زندگی کے مختلف النوع موضوعات کثرت سے نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شاعروں کی بھیڑ میں ان کی شناخت بآسانی کی جاسکتی ہے۔

انھوں نے شاعری میں اپنی راہ کود بنائی ہے اور اپنی منزلیں خود طے کرتے ہیں۔ ان کے یہاں سادگی اور معصومیت کا جو تخلیقی اظہار یہ ہے وہ انھیں دوسرے شاعروں سے ممیّز کرتا ہے۔

'خالی سیپیوں کا اضطراب'، 'گمنام جزیروں کی تمکنت' ان کے ایسے شعری مجموعے ہیں جو خوش معنی اور خوش اسلوب نظمیہ اور غزلیہ شاعری میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

'مہا بھنشکر من' عنبر بہرائچی کا طویل تخلیقی رزمیہ ہے جو گوتم بدھ کی حیات و افکار پر مبنی ہے۔ 'لم یات نظیرک فی نظر' رزمیہ شاعری میں روحانی افکار خوبصورت بیانیہ انداز کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

ان کا نیا نعتیہ شعری مجموعہ ''روپ انوپ' ایک نئے رنگ و آہنگ کے ساتھ سامنے آیا ہے۔ انھوں نے مقامی بولیوں مثلاً اودھی، بھوجپوری اور برج بھاشا کے توسط سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان طریقت میں جو کلام پیش کیا ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ انھوں نے اس میں شعری لفظیات کا ایسا نظام وضع کیا ہے جو اردو زبان میں یقیناً عنقا ہے۔ ان کا شعری ذہن ہمیشہ دیدہء دریافت کے عمل سے گزرتا رہتا ہے۔ ان کا نعتیہ کلام متقدمین کی نعتیہ کاوشوں سے کئی زاویوں سے الگ دکھائی دیتا ہے کیونکہ ان کا فکری وژن سراپا نور کو اپنے اندر محسوس کرنے کی صلاحیتیں رکھتا ہے اور تخلیق کی صورت میں جس کا لفظ لفظ قاری کی روح میں اترتا چلا جاتا ہے۔ ان کی یہ کتاب روحانی فنی بصیرت اور نئی فنی آگہی کا بین ثبوت ہے۔

Design by: Aaisha Sumbul
Phone:09389520858
email:ashisumbul@gmail.com

PAHCHAN PUBLICATIONS
1,Baran Tala ,Allahabad-211003
Phone:0532-2260225